

عدالت علویہ

مرتبہ و مؤلفہ

الحاج مولانا سید عبدالواحد رضوی مرحوم

افتخار بک ڈپو (رجسٹرڈ) اسلام پورہ لاہور

أَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا

عَدالتِ علویہؑ

مرتبہ مولانا الحاج سید عبدالواحد رضوی مرحوم ایم۔اے

حسب فرمائش

افتخار بک ڈپو (رجسٹرڈ) اسلام پورہ لاہور

قیمت-/۳۰

بار اوّل ۔ ۱۰۰۰

مقصدِ پیشکش

قاضی دینِ مُصطفےٰ مولائے کائنات حضرت امیرالمومنین علیؑ المرتضےٰ باب الھُدیٰ نے اپنے عہدِ خلافت یا دُوسرے خُلفاء اجماعی کے اوقاتِ حکومت میں جن پیچیدہ مقدمات کے فیصلے صادر فرمائے۔ اُن میں سے چند ایک اپنی قوم کے بچوں کی معلوماتِ دینی میں اضافہ کی غرض سے یہاں پیش کئے جا رہے ہیں۔ خدا کرے کہ اُن کے ذہنوں میں حضرت علیؑ کی عظمتِ علمی کے یہ نقوش تا زندگی محفوظ رہیں۔

ع - ایں دُعا از مَن وَ از جُملہ جہاں آمین باد

دُعاؤں کا طلبگار
گنہگار واحد رضوی
ماہ دسمبر ۱۹۷۹ء

ساداتِ منزل
بلاک نمبر ۳۰
ڈیرہ غازیخان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

فیصلہ نمبر ۱

ایک مرتبہ لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ فرمائیے انڈے دینے والے اور بچے دینے والوں کی کیا پہچان ہے۔ آپ نے فوراً جواب دیا کہ جن جانوروں کے کان باہر نکلے ہوئے ہوں وہ بچے دیتے ہیں اور جن کے کان چھپے ہوئے ہوں اور نظر نہ آئیں وہ انڈے دیتے ہیں۔

۲

حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں ایک لڑکے نے اُن کے سامنے شکایت پیش کی کہ میری حقیقی ماں نے مجھے گھر سے نکال دیا ہے۔ اور اب وہ مجھے بیٹا تسلیم کرنے سے انکاری ہے۔ جب اُس عورت کو دربار میں بلایا گیا، اور اُس کے اِس انکار کی وجہ دریافت کی تو وہ اپنے اس انکار کے ثبوت میں

اُپنے چار بھائی اور اپنی قوم کے دُوسرے چالیس مرد بطورِ گواہ لے آئی۔ اُن سب نے متفقہ طور پر یہ گواہی دی۔ اے خلیفۂ وقت ہم حلفیہ گواہی دیتے ہیں۔ کہ اس عورت نے ابھی تک شادی ہی نہیں کی۔ تو یہ لڑکا اِس کا بیٹا کس طرح ہو سکتا ہے۔ بلکہ یہ کنواری عورت پر بدکاری کی تہمت دیتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے گواہوں کے حلفیہ بیان کی بُنیاد پر اُس کو کوڑے لگانے کا حکم دیا۔ حکومت کے مُلازم اُس کو تعزیر دینے کے لئے دربار سے باہر لے جا رہے تھے۔ کہ اتفاقاً وہاں سے حضرت علی علیہ السّلام کا گذر ہوا تو اُس لڑکے نے حضرتؑ کے سامنے اپنے بے قصُور ہونے کی فریاد کی۔ آپؑ نے مُلازموں کو اس لڑکے سمیت دربار میں واپس جانے کو کہا۔ اور خود بھی اُن کے ساتھ دربارِ خلافت میں تشریف لائے۔ اور حضرت عمرؓ سے پُوچھا کہ آپ نے اس جوان کو، کوڑے مارنے کی سزا دی ہے۔ کیا اس کا قصُور اچھی طرح ثابت ہوگیا تھا۔ کہا۔ کہ ہاں۔ کیونکہ کافی لوگوں نے اس کے دعوٰے کے خلاف گواہی دی۔ چونکہ اس نے ایک تو جھُوٹا دعوٰے کیا۔

اور دُوسرے ایک بے قصُور عورت پر گُناہ کی تہمت لگائی - اس لئے میں نے اِس کو یہ سزا دینے کا حکم دیا - آپؑ نے فرمایا - کہ ایک مرتبہ پھر گواہوں کو بُلائیں - اُن کے دوبارہ بیان لیں - تاکہ یہ ہم سب کے سامنے قصُوروار ثابت ہو جائے - پھر سزا اس پر واجب ہو گی - چنانچہ گواہوں کو دوبارہ بُلایا گیا - اور انھوں نے وہی اپنے پہلے بیانات دُہرائے - اس پر آپ نے اُن سے فرمایا - کہ میں اس مقدمہ کا جس طرح فیصلہ کروں ، کیا تم سب کو میرا وہ فیصلہ منظور ہو گا - سب نے کہا ، کہ ہم آپؑ کا فیصلہ منظور کریں گے - تب حضرتؑ نے عورت سے مخاطب ہو کے فرمایا - کہ تو بھی جوان ہے اور یہ لڑکا بھی بالغ ہے - شادی ہر مسلمان مرد عورت پر واجب ہے ، لہٰذا میں تم دونوں کا یہاں چار سو درہم حق مہر اپنی جیب سے ادا کر کے نکاح کرتا ہوں - اُمید ہے تم انکار نہیں کرو گی - یہ سُن کر عورت کی چیخ نکل گئی اور رو کر عرض کیا - مولا آپؑ مجھے دوزخ کا ایندھن کیوں بناتے ہیں - میں اپنے بیٹے سے کیونکر نکاح کر سکتی ہوں اس کا باپ مر چکا ہے - میرے بھائی اس کے مالِ وراثت کو خود کھانا چاہتے

ہیں ۔ اسی لالچ کی بنا پر انہوں نے خود بھی جھوٹ بولا ۔ اور دوسروں سے بھی جھوٹی گواہی دلوائی مجھ پر جبر کر کے بیٹے سے انکاری ہونے پر آمادہ کیا ۔ میں نے ان کے مجبور کرنے پر غلط بیان دیا ۔ ورنہ ۔۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہ میرا حقیقی بیٹا ہے اور میں اس کی ماں ہوں ۔ حضرت علی علیہ السلام کا یہ فیصلہ سن کر حضرت عمرؓ بے ساختہ پکار اٹھے ۔ کہ "یا علیؑ اگر آپ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا ۔"

۳

ایک مرتبہ تین آدمی حضرت علیؑ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ اے حضرتؑ ہم تین آدمی سترہ اونٹوں کے بطریق ذیل جھتوں کے مالک ہیں ۔ ہم میں سے ایک ان اونٹوں کی تعداد میں نصف حصے کا مالک ہے ۔ دوسرا ایک تہائی اور تیسرا ان کے نویں حصہ کا مالک ہے ۔ آپ اس طرح تقسیم کر دیں کہ ہر ایک کو اس کا صحیح حصہ دینے کے لئے ایک اونٹ کو کاٹ کر حصہ رسدی اس کا گوشت تقسیم نہ کرنا پڑے ۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ ان میں ایک اونٹ میں اپنا نہ شامل کر لوں ۔ تاکہ تقسیم میں فرق نہ پڑے ۔

انہوں نے عرض کیا۔ آپ جس طرح مناسب سمجھیں کرلیں چنانچہ آپ نے اپنا ایک اونٹ منگا کر اُن کے سترہ اونٹوں میں شامل کر دیا۔ جس سے اُن کی تعداد اٹھارہ ہوگئی۔ اب آپ نے اُس آدمی کو بلایا جو ان کے نصف حصّہ کا مالک تھا۔ اُس سے فرمایا، کہ تم ان سب اونٹوں میں سے نصف حصّہ الگ کرلو چنانچہ اُس نے نَو اونٹ لے لئے۔ جس کا ⅓ حصّہ تھا۔ اُس نے اس تعداد کا تیسرا حصّہ یعنی چھ اونٹ لے لئے۔ پھر جس کا نواں حصّہ تھا۔ اُن کا نواں حصّہ دو بنتا ہے۔ لہٰذا تم دو اونٹ لے لو۔ اس طرح سترہ اونٹ اُن کے حصّوں کی نسبت سے اُن کو مل گئے۔ اور حضرت کی طرف سے اپنا شامل کیا ہوا ایک اونٹ باقی بچ گیا۔ جس کو آپ نے اپنے گھر واپس بھجوا دیا اس طرح آپ نے اُن کے حصّوں کے مُطابق اُن کے اونٹوں کی تقسیم کرا دی۔ جو اُن کو ناممکن نظر آرہی تھی۔

۴

حضرت ابوبکرؓ کے زمانۂ خلافت میں ایک ایسے مُسلمان آدمی کو دربار

میں لایا گیا۔ جس نے شراب پی لی تھی۔ جب اُس سے دریافت کیا گیا کہ کیا واقعی اُس نے شراب پی ہے۔ تو اس نے اپنے اس جُرم کو مان لیا۔ اس کے بعد اُس سے پوچھا گیا۔ کہ یہ جُرم کیوں کیا، اُس نے جواب دیا۔ کہ جب سے میں نے اسلام قبُول کیا ہے۔ میں ایک ایسے محلہ میں رہتا ہوں۔ جہاں کے رہنے والے شراب کے عادی ہیں اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ شراب نوشی اسلام نے حرام قرار دی ہے تو میں ہرگز اسے نہ پیتا۔ پھر دریافت کیا گیا۔ کہ تم سے کسی نے بھی شراب کے حرام ہونے کا ذکر نہیں کیا۔ اُس نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ خلیفۂ وقت سوچ میں پڑ گئے کہ اس کا کیا فیصلہ کریں۔ اس کے متعلق اپنے مشیرِ خاص حضرت عمرؓ سے بھی مشورہ کیا۔ تو انہوں نے رائے دی۔ کہ اس مقدمہ کا فیصلہ ہمارے بس کی بات نہیں۔

اس کا صحیح فیصلہ سوائے حضرت علیؑ کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد دونوں بزرگ اس مجرم کو ساتھ لیکر حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اس مقدمہ کی ساری روئیداد جناب کے گوش گزار کر کے عرض کیا۔ کہ ایسے حالات میں اس مقدمہ کا کیا

فیصلہ ہوگا۔ آپؑ نے فرمایا۔ کہ اس کو یہاں کے تمام مہاجرین اور انصار کے پاس لے جا کر اس بات کی تصدیق کرائیں کہ کیا اُن میں سے کسی ایک نے بھی اس کو شراب اسلام میں حرام ہونے کی اطلاع دی۔ اگر کسی نے اس کے متعلق اس کو مطلع کیا ہو تو حدِ شرعی اس پر واجب ہو گی۔ مگر کسی نے بھی اس بات کا اقرار نہ کیا۔ کہ اُس کے سامنے حرمتِ شراب کی آیت پڑھی گئی ہو۔ مہاجرین اور انصار کی اس تصدیق کے بعد آپ نے حکم دیا۔ کہ اس کو کوئی سزا نہ دینی چاہیئے۔ اس کے بعد پھر وہ اس جُرم کا ارتکاب کرے تو سزا کا مستوجب ہوگا۔ چنانچہ اس کو چھوڑ دیا گیا۔ سرکارِ دو عالم حضور نبیٔ اکرمؐ کی رحلت کے بعد یہ پہلا فیصلہ تھا۔ جو اُن کے وصیٔ برحق نے کیا۔

۵

اپنے زمانۂ خلافت میں ایک مرتبہ آپ اپنے غلام قنبر کو ساتھ لے کر بازارِ کوفہ میں تشریف لائے اور قنبر سے فرمایا۔ کہ میرے اور اپنے لئے کچھ کپڑا خرید کرو۔ جس سے ہم ایک

ایک جوڑا اپنے لئے سِلوالیں۔ قنبر نے سستا کپڑا اُپنے لئے اور عمدہ کپڑا حضرت امیرالمومنینؑ کے لئے خرید کیا۔ اور کپڑے درزی کو سِلائی کے لئے دے دِئے۔ اور اپنی قیام گاہ پر واپس تشریف لائے۔ تھوڑی دیر کے بعد اُٹھے۔ قنبر کو گھر میں موجود رہنے کا فرمایا۔ اور خود درزی کے پاس آئے اور فرمایا کہ عمدہ کپڑے سے قنبر کی لی ہوئی پیمائش کا جوڑا سینا اور سستے کپڑے سے میرا جوڑا تیار کر دینا۔ درزی نے آپ کے حکم تعمیل میں دو جوڑے تیار کر دِئے۔ جب قنبر نے اُپنے لئے عمدہ کپڑے کا سِلا ہُوا جوڑا دیکھا تو حضرت کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ یہ کپڑا تو آپ کے لئے موزوں تھا۔ کیونکہ آپ اسلامی سلطنت کے فرمانروا ہیں۔ آپ کے غلام کے لئے دُوسرا جوڑا مناسب تھا۔ آپ نے سُن کر فرمایا۔ کہ تم جوان ہو۔ اس لئے یہ جوڑا تمہیں زیب دے گا۔ اور میرے لئے یہی سستے کپڑے سے سِلا ہُوا۔ جوڑا درست رہیگا سبحان اللہ آپ کے بغیر ایسے بُلند اخلاق کا نمونہ کون پیش کر سکتا ہے کہ کِس خوبی سے غلام کے دل سے احساسِ کمتری دُور فرما دیا تاکہ اُسے

آقا و غلام میں فرق تک نظر نہ آئے۔

٦

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں دو عورتیں ایک بچہ ساتھ لائیں۔ ان دونوں میں سے ہر ایک اس بات کا دعوٰے کر رہی تھی۔ کہ وہ بچہ دراصل اس کا ہے۔ دُوسری عورت اس بچے کی ماں ہونے کا غلط دعوٰے کر رہی ہے۔ حضرت عمرؓ یہ سُن کر حیران تھے کہ دونوں میں سے ہر عورت حلفیہ بیان دیتی ہے کہ یہ بچہ میرا ہے۔ اس کا کس طرح فیصلہ کیا جائے۔ جب اس کا کوئی حل وُہ نہ سوچ سکے۔ تو یہ مُعاملہ حضرت علیؓ کے پیش کر کے عرض کیا۔ کہ یہ بچہ اس کی اصلی ماں کو صرف آپ ہی دے سکتے ہیں۔ ہم تو اس کے معلوم کرنے میں عاجز ہیں۔ آپ نے حکم دیا۔ کہ ایک آری منگوا دو۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا۔ کہ آری کس لئے درکار ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس بچہ کے آری سے دو حصّے کر کے ایک ایک حصّہ ان دونوں میں بانٹ دیں۔ یہ سُن کر اُن میں سے ایک عورت چیخ اُٹھی۔ کہ حضرت

بچے کے دو ٹکڑے نہ کئے جائیں۔ بلکہ بچہ اُس عورت کو دے دیں۔ میں اس بچے کی ماں ہونے کا دعوٰے واپس لیتی ہوں۔ مگر دُوسری عورت سُن کر خاموش رہی۔ اور اپنی طرف سے کوئی ردِ عمل ظاہر نہ کیا۔ آپ نے اُن دونوں کے الگ الگ احساسات کا مُلاحظہ فرمایا اور حکم دیا کہ بچہ اُس پہلی عورت کو دیا جائے۔ وہی اس کی اصلی ماں ہے۔ جس نے یہ گوارہ نہ کیا۔ کہ اس کے بچے کو دو حصوں میں کاٹا جائے۔ بلکہ اس سے بہتر تو یہی ہے۔ کہ بچہ دُوسری عورت کو دیا جائے۔ تاکہ میرا لختِ جگر کم از کم زندہ تو رہیگا۔

۷

ایک مرتبہ حضور کے غلام خاص قنبر نے عرض کیا چونکہ آپ بیت المال کی ساری رقم مسلمانوں پر صرف فرمادیتے ہیں اور اَپنے ذاتی مصرف کے لئے اس میں سے کچھ نہیں لیتے۔ اس لئے میں نے اَپنے حصے میں سے کچھ رقم بچا کر آپ کے لئے علیحدہ رکھ دی ہے وہ اگر قبول فرمالیں۔ تو غلام کے لئے یہ بات باعثِ سُرفرازی ہوگی۔ آپ نے فرمایا کہ وہ کہاں رکھی ہے میرے ساتھ چل کر مجھے

دیکھادو۔ قنبر حضرت کو لے کر وہاں پہنچا۔ جس جگہ اُس نے وُہ رقم دُو تھیلیوں میں بھی کر رکھی ہوئی تھی۔ آپ اُن تھیلیوں کو دیکھ کر بہت غصّے ہوئے۔ اور نہایت سخت لہجہ میں قنبر سے فرمایا۔ کہ کیا تو میرا گھر دوزخ کی آگ سے بھرنا چاہتا ہے اس وقت "تلوار نیام سے نِکال کر اُن تھیلوں کے ٹکڑے کر دئے۔ جن سے چند سُرخ و سفید سکّے زمین پر بکھر گئے۔ آپ نے فرمایا کہ اے سونا اور چاندی تیری چمک علیؑ کو دھوکہ نہیں دے سکتی۔ اس کا فریب کسی اور کو دے جو تیرا دلدادہ ہو۔ میں تیرے فریب میں نہیں آسکتا۔ پھر حکم دیا۔ کہ ان کو جمع کرکے مسجد میں لے چلو۔ جب اس حکم کی تعمیل ہوگئی۔ تو آپ نے وُہ رقم برابر حصّوں میں وہاں موجود مُسلمانوں میں تقسیم فرمادی۔

۸

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں کسی نے ایک ایسے شخص کی میراث کا دعوےٰ پیش کیا۔ جو کسی دُوسرے شہر میں مرگیا تھا۔ اور ساتھ ہی یہ کہا۔ کہ میں اُس مرنے والے کا بیٹا اور صحیح

وارث ہوں۔ حضرت عمرؓ نے اُس شخص سے کہا کہ اپنے اس دعوٰے کا ثبوت پیش کرو۔ کہ واقعی تم اُس کے بیٹے ہو۔ چونکہ وہ کوئی ثبوت پیش نہ کرسکا۔ اس لئے اُس کا دعوٰے رَدّ کر کے اس کو دربار سے نکل جانے کا حکم دیا۔ وہ گریاں و نالاں دربار سے باہر چلا آیا۔ راستہ میں اتفاق سے اُسے حضرت علیؓ مل گئے اُس نے اَپنے دعوٰے کی تفصیل اور دربار خلافت کے حکم کو آپ کے سامنے پیش کرکے امداد کی درخواست کی۔ آپ اُس کو ہمراہ لے کر دربارِ خلافت میں پہنچے۔ اور حضرت عمرؓ سے فرمایا۔ کہ کیا آپ نے اس شخص کا دعوٰے عدم ثبوت کی بنا پر خارج کردیا ہے۔ جواب دیا ہاں یا ابوالحسنؓ بغیر ثبوت کے میں کس طرح اس کو مرنے والے کا وارث تسلیم کرتا۔ چنانچہ میں نے اُس کو دربار سے نکل جانے کا حُکم دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کا فیصلہ سوا اُس کے کوئی نہیں کرسکتا۔ جس کو اللہ نے ایسے اُمور کے لئے چُن لیا ہو۔ اس لئے میں اس کا فیصلہ اُس فیصلہ کے مُطابق آج کروں گا۔ جو حق تعالےٰ کی ذات نے آسمانوں پہ کیا ہے چنانچہ آپ حضرت عمرؓ اور اُس شخص کو لے کر جس نے میراث کا

دعوئے کیا تھا۔ اس کے باپ کی قبر پر پہنچے۔ اور قبر کھودنے کا فرمایا۔ جب قبر کھودی گئی تو آپ نے کہا۔ کہ اس مُردہ کی پسلی کی ہڈی نکال کر باہر لاؤ۔ جب ہڈی آگئی تو آپ نے اُس شخص سے کہا۔ کہ اس ہڈی کو اچھی طرح سُونگھو۔ جب اُس نے ایسا کیا تو اُس کو نکسیر جاری ہوگئی۔ آپ نے فرمایا کہ اس مُردہ کا یہی شخص وارث ہے۔ جس نے اس کا بیٹا ہونے کا دعوئے کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ صرف ناک سے خون کی وجہ سے یہ کس طرح اس مرنے والے کا وارث ہوگیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اس کے سوا وہاں ہر موجود لوگوں کو یہ ہڈی سنگھاؤ۔ جب اوروں نے سونگھی تو کسی کی ناک سے خون نہ بہا۔ آپ نے پھر اُسی شخص سے دوبارہ وہ ہڈی سُونگھنے کو کہا۔ جس کو پہلے نکسیر ہُوئی تھی۔ اُس نے جب اس کو پھر سے سُونگھا۔ تو فوراً ناک سے خون جاری ہوگیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ یہ دونوں کے ایک ہی خون ہونے کی علامت ہے۔ جس کی تاثیر مَرنے کے بعد بھی ختم نہیں ہو سکتی۔ اس لئے یہی شخص ہی اس مرنے والے کا صحیح وارث ہے۔ جس کو خلیفہ سمیت سب نے تسلیم کر لیا۔

٩

آپ مسجد کوفہ میں وعظ فرما رہے تھے۔ کہ دورانِ وعظ میں ایک شخص اچانک اُٹھا اور عرض کیا۔ اے امیرالمومنین میرا داماد مر چکا ہے اُس کے وارث جبکہ میری بیٹی کا اُس کی جائداد میں سے آٹھواں حصّہ بنتا ہے۔ نواں حصّہ دے رہے ہیں۔ لہٰذا میری بیٹی کا صحیح حق اُن سے دِلا دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ تیرے داماد کی دو بیٹیاں ہیں۔ عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے پھر پوچھا کہ آپ کے داماد کے ماں باپ بھی تو زندہ ہیں عرض کیا ہاں۔ آپ نے فرمایا اِن میرے سوالات کے جوابات سے پہلے اُس کا آٹھواں حصّہ بنتا تھا۔ اب تیرے جواب دینے سے اُس کا نواں حصّہ بنتا ہے۔ وہی لے لو۔ اس سے زیادہ طلب نہ کرو۔

١٠

جو شخص شراب پیئے اُس کی سزا کی حد چالیس کوڑے مارنے کی تھی

مگر حضرت عمرؓ کے وقت اس سزا کو دگنا کر دیا گیا۔ اس سزا کے اضافہ میں ضرورت اُس وقت محسوس ہوئی جب مسلمانوں کو کافی فتوحات ہونے لگے، اور مالِ غنیمت کی رقم سے مسلمان بہت دولت مند ہو گئے۔ افراطِ زر نے انہیں شراب نوشی پر اُکسایا۔ اور شراب بکثرت پی جانے لگی۔ یہی وجہ تھی کہ چالیس کوڑوں کی سزا شراب نوشی کے مقابلہ میں اتنی گراں معلوم نہ ہوتی تھی۔ اس لئے حضرت عمرؓ نے اس کے بڑھتے ہوئے استعمال کو روکنے لئے لوگوں سے مشورہ لیا۔ مگر کوئی اس کا علاج نہ بتا سکا۔ بالآخر یہ معاملہ حضرت علیؑ کے پیش کیا گیا، تو آپ نے فرمایا کہ شراب پی کر آدمی بے ہوش ہو جاتا ہے اور بے ہوشی میں جھوٹ بھی بک جاتا ہے۔ چونکہ شریعت میں جھوٹ بولنے والے کی سزا ۸۰ کوڑے ہیں۔ لہٰذا شراب خور کو اسّی کوڑے مارے جانے چاہئیں۔ لہٰذا آپ کے اس فیصلہ کے بعد یہ سزا چالیس کوڑوں سے بڑھ کر ۸۰ کوڑے ہو گئی۔ جس سے بندشِ شراب میں اس فیصلے کا بہت زیادہ اثر ہوا۔

۱۱

ایک مرتبہ کسی شخص نے کسی کام کے لئے اپنے لڑکے اور غلام کو کوفہ

بھیجا۔ راستہ میں اُن کا جھگڑا ہو گیا۔ آقا کے لڑکے نے غلام کو مارا اور غلام نے اپنے آقا کے لڑکے کو گالیاں دیں۔ حضرت علیؑ کے زمانۂ خلافت میں یہ جھگڑا فیصلہ کے لئے اُن کے سامنے پیش ہُوا۔ مگر اس میں یہ دِقّت واقع ہُوئی۔ کہ دونو لڑکوں میں ہر ایک یہ دعوےٰ کر رہا تھا۔ کہ وہ خود آقا ہے اور دُوسرا لڑکا اُس کا غلام ہے۔ حضرت نے اپنے غلام کو حکم دیا۔ کہ دیوار میں دُو سُوراخ اِتنے کھُلے کھود لو۔ جس سے ان کے سر بآسانی گذر سکیں۔ جب سُوراخ کھودے جا چکے۔ تو آپ نے اُن دونو لڑکوں کو حکم دیا۔ کہ ان سُوراخوں سے اپنے سروں کو دوسری طرف نِکال لو۔ اُس وقت آپ نے حضرت رسولؐ خدا کی تلوار منگوائی۔ اور حکم دیا کہ تلوار سے غلام کا سر کاٹ دو۔ جب آپ کے غلام نے تلوار اُن کے سروں پر چلانے کو تولی۔ تو اُن میں سے ایک نے اپنا سر اندر کر لیا۔ اور دُوسرے کا سر اپنی جگہ پر اُسی طرح قائم رہا۔ آپ نے سر اندر کرنے والے کو فرمایا کہ تو غلام ہے۔ جس کا اُس نے اقرار کر لیا۔ اس لئے آپ نے اُس کو سزا دے کر اُسے اس کے مالک کی طرف لوٹا دیا۔ اور اُسے

تنبیہ فرمائی۔ اگر تم نے دُوسری بار اس قسم کا غلط دعوےٰ کیا تو میں تیرا ہاتھ کٹوا دوں گا۔

۱۲

ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے ایک عورت کو دربار میں طلب کیا۔ جس وقت سپاہی اُس کو لانے کے لئے اس کے دروازہ پر پہنچے اور اُسے اطلاع دی کہ تمہیں خلیفۂ وقت حضرت عمرؓ نے دربار میں بُلایا ہے۔ وہ اُس وقت حمل سے تھی۔ خلیفہ کا نام سُنتے ہی اس پر اِتنا خوف طاری ہُوا۔ کہ اُس کا حمل گر گیا۔ جس سے بچہ مر گیا۔ جب اس کی اطلاع حضرت عمرؓ کو ملی تو انہوں نے حاضرین دربار سے پوچھا۔ کہ میں اس مُعاملہ میں کس حد تک قصُوروار ہوں۔ سب نے ایک ہی جواب دیا۔ کہ اس بچّہ کے مرنے کی ذمّہ داری کسی طرح آپ پر عائد نہیں ہوتی۔ مگر اُن لوگوں کی رائے کا خلیفہ پر وہ اثر نہ ہوا۔ جس سے اُن کو دِلی سکون حاصِل ہوتا۔ اس لئے مجبُوراً حضرت علیؓ سے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ اور اُپنے مشیروں کا متفقہ فیصلہ بھی انہیں سُنایا۔ جن

کی رائے میں اس واقعہ کی ذمّہ داری اُن پر عائد نہیں ہو سکتی تھی آپ نے خلیفہ کا بیان سُنکر فرمایا۔ کہ تمہارے صلاح کار اگر خوشامد کی وجہ سے حق بات نہ کہیں۔ تو یہ دُوسری بات ہے۔ مگر حقیقت میں آپ اپنی خطا سے سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا اس قتل کی دیت مقتول کے وارثوں کو ادا کرنے سے آپ اس ذمّہ داری سے سبکدوش ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اُسی وقت آپ کے فرمان کے مُطابق مقتول بچّہ کی دیت ادا کردی۔

۱۳

ایک دفعہ حضرت علیؑ کے زمانۂ خلافت میں ایک ایسے مجرم کو آپ کے سامنے پیش کیا گیا۔ جس نے ایک ہی وقت میں چوری کی۔ شراب خوری کی اور اُسی وقت ایک آدمی کو قتل بھی کیا۔ بظاہر ان تین جرائم کا علیحدہ علیحدہ فیصلہ مشکل معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر اُس کو قتل کے جُرم میں قتل کردیا جاتا۔ تو باقی دو جُرم تو قیامت کے دن کے لئے اس کے خلاف بدستور قابل مواخذہ بچ جاتے۔

گر کیا کہا حضرت علیؑ کی دینی فراست کا کہ اِن تینوں جرائم کی اس طریقہ و ترتیب سے سزائیں دیں کہ مجرم کے خلاف کوئی جرم قیامت کے دن کے لئے قابلِ مواخذہ نہ رہ گیا۔ شراب خوری کے جرم میں ۸۰ کوڑے لگوائے گئے۔ چوری کے جرم میں ہاتھ کی انگلیاں کاٹنے کا حکم دیا۔ اور قتل کے جرم میں اس کو قتل کرنے کی سزا دی گئی۔ اس طرح یہ مقدمات اختتام پذیر ہوئے۔

۱۴

حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں کسی شخص نے ان کی جعلی مُہر بنوا کر دھوکہ بازی سے کافی رقم کما لی۔ اُس کا یہ کاروبار زیادہ دیر تک نہ چل سکا۔ اور آخرکار وہ گرفتار کر لیا گیا۔ اور اُس کا مقدمہ حضرت عمرؓ کے پیش کیا گیا۔ انہوں نے دربار میں موجود مشیروں کی رائے لی۔ تو اُن میں سے کسی نے کہا۔ کہ اس کا ہاتھ کاٹا جائے۔ اور کسی نے مشورہ دیا۔ کہ اسے کُھلے بندوں سُولی پہ لٹکایا جائے۔ غرض اُن میں سے ہر ایک نے اپنی اپنی سوچ کے مُطابق مشورہ دیا۔ بالآخر مولائے کائنات حضرت علیؑ

سے عرض کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ یہ کاروبار کرنے میں اس نے عوام سے جھوٹ بولا۔ اور جھوٹ کے پردہ میں یہ مال کماتا رہا۔ اس لئے اس کو بدنی سزا دی جائے۔ یعنی اس کی کھال پر تعزیر جاری کی جائے۔ سو آپ کے اس فیصلہ پر عمل کیا گیا۔

۱۵

دو آزاد آدمیوں نے یہ پیشہ اختیار کیا کہ مختلف شہروں میں جا کر ایک دوسرے کو غلام بنا کر بیچ دیتے تھے۔ پھر وہاں سے موقع ملتے ہی دوسرے شہر میں بھاگ جاتے اور یہی اپنا کاروبار شروع کر دیتے تھے۔ اس طرح انہوں نے بے شمار لوگوں کو دھوکہ دے کر کافی مال کمایا۔ بالآخر وہ دونوں گرفتار کر لئے گئے۔ وہ حضرت علیؑ کا زمانۂ خلافت تھا اس لئے انہیں حضرت کے پیش کیا گیا۔ کہ جس سزا کے وہ مستحق ہیں آپ اُن کو سزا دیں۔ آپ نے اس مقدمہ کا یہ فاضلانہ فیصلہ صادر فرمایا۔ کہ ان دونوں کے ہاتھ کاٹے جائیں۔ کیونکہ یہ جہاں اور لوگوں کے چور ہیں۔ وہاں اُپنے بھی خود چور ہیں اور چوری بھی

سزا ہے۔ کہ اس کے ہاتھ کاٹے جائیں۔ چنانچہ اس فیصلہ پہ فوراً عمل کیا گیا۔ اور انہیں اپنے کئے کی سزا مل گئی۔

۱۶

حضرت عمرؓ کے دربارِ خلافت میں دو ایسے بچے لائے گئے جو پیدائش کے وقت ایک دوسرے کے ساتھ ملحق تھے۔ مگر اُن دو میں سے ایک کی موت واقع ہو گئی تھی۔ جس سے اُس کا مُردہ جسم زندہ بھائی کے لئے وبالِ جان بنا ہُوا تھا۔ لوگوں نے خلیفہ وقت سے پوچھا کہ ان کا کیا جائے۔ انہوں نے حکم دیا۔ مردہ بچے کا جسم کاٹ کر زندہ لڑکے کو جُدا کر دیا جائے۔ جب اس فیصلہ کی اطلاع حضرت علیؓ کو ملی۔ تو آپ نے اس فیصلہ کے عمل کو روک دیا اور فرمایا کہ مُردہ آدمی کے جسم کو کاٹنا اسلام میں جائز نہیں۔ بلکہ اس مُردہ جسم کو جُدا کرنے کا موزوں طریقہ یہ ہے۔ کہ مُردہ کو زمین میں دفن کیا جائے۔ اور زندہ زمین کے باہر بیٹھے۔ اس کی اُس وقت تک نگہداشت کی جائے جب تک مُردہ لڑکے کا جسم گل کر

خود بخود جُدا نہ ہو جائے۔ سو آپ کے فیصلہ کے مطابق عمل کیا گیا اور اس طرح زندہ لڑکے کی جان بچ گئی۔

۱۷

حضرت علی علیہ السلام کے زمانہ میں ایک ایسے آدمی کو پیش کیا گیا۔ جس نے اپنے غلام پر اتنے ظلم ڈھائے۔ کہ جن کے نتیجہ میں بیچارہ غلام مرگیا۔ آپ نے اس جُرم کی سزا مرنے والے کے مالک کو یہ دی۔ کہ پہلے اس کو ایک سو کوڑے مارے جائیں۔ پھر اس سے اُس غلام کی قیمت وصُول کر کے غلام کی طرف سے خیرات کر دی جائے۔ اس کے بعد آپ نے حکم دیا۔ کہ غلام کے قتل کے جُرم میں ایک سال کے لئے اس کو قید کر دیا جائے۔ چنانچہ اس سزا کے بعد اس قاتل کے خلاف کوئی قابل مواخذہ جرم نہ رہا۔ جس کے لئے قیامت کے دن اُس سے باز پُرس کی جائے۔ اور اس طرح وہ عذاب الہٰی سے سبکدوش ہوگیا۔ کیونکہ وُہ اپنے جُرم کی پُوری پُوری سزا بُھگت چکا ہے۔

۱۸

حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں ایک ایسی عورت کو پیش کیا گیا۔ جو غیر شرعی طریقہ سے حاملہ تھی۔ ضروری باز پرس کے بعد اُس نے اپنے جُرم کا اقبال کیا۔ جس کے بعد خلیفۂ وقت نے اُس کے سنگسار کرنے کا حکم دے دیا۔ اور ملازمین حکومت اُس کو سنگسار کرنے کے لئے جا رہے تھے کہ اس فیصلہ کی اطلاع حضرت علی علیہ السلام کو پہنچی۔ آپ نے انہیں سنگسار کرنے سے روک دیا۔ اور اُس عورت کو دربارِ خلافت میں دوبارہ پیش کرنے کے لئے لوٹا دیا اور خود بھی تشریف لائے۔ آپ نے حضرت عمرؓ سے کہا۔ کہ کیا آپ نے اس عورت کو سنگسار کرنے کا حکم دیا ہے۔ اُس نے جواب دیا جی ہاں۔

اور یہ حکم اس لئے دیا کہ اس نے اپنے جُرم کا اعتراف کر لیا تھا۔ پھر آپ نے فرمایا۔ کہ یہاں تک تو آپ کا حکم صحیح تھا۔ کہ اس عورت نے قصور کیا ہے اور اس کو اس کے جُرم

کی بھی سزا ملنی چاہیئے ۔ مگر جو بچہ اس کے شکم میں موجود ہے۔
اس کو بے قصور آپ کیوں مروا رہے ہیں۔ اگر کل قیامت
کے دن آپ سے ایک بے قصور کے قتل کرنے کے متعلق
پوچھا جائے۔ تو آپ کے پاس اُس وقت کیا جواب ہوگا۔
لہٰذا اس عورت کو اُس وقت تک سنگسار نہ کیا جائے جب
تک اس کا بچہ پیدا نہ ہو۔ اس کے بعد دُوسری بات یہ ہے۔ کہ
اس سے اس کا جُرم تسلیم کرانے کے لئے اس کو ڈرایا دھمکایا
بھی تو ہوگا۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا۔ کہ اُس کے ساتھ یہ
سلوک بھی کیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ کیا آپ نے
حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ حدیث نہیں سُنی۔
کہ مُجرم کو ڈرا دھمکا کر اعترافِ جُرم کرانے پر حد جاری نہیں
ہو سکتی۔ حضورؐ کے اس فرمان کے مُطابق آپ اس کو سنگسار
کرنے کا حکم نہیں دے سکتے۔ یہ سُن کر حضرت عمرؓ نے آپ کا
یہ فرمان تسلیم کر لیا۔ اور عورت کو جو سنگساری کا حکم دیا تھا واپس
لے لیا۔ اور بے اختیار یہ کہا کہ دُنیا کی کوئی عورت علیؑ کی مثال
ہی پیدا نہیں کر سکتی۔ اے ابوالحسنؑ میں اس بات کا اعتراف

کرتا ہوں۔ اگر آپ نہ ہوتے تو عمرؓ ہلاک ہو جاتا۔ واقعی آپ صحیح قاضی دین مصطفےٰؐ ہیں۔

۱۹

ابو ہریرہ نے کہا۔ کہ ایک دفعہ میں حضرت رسالتمآبؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کو سلام کیا۔ آپ نے میرے سلام کا جواب دیا۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ آپ کے سامنے کھجوریں پڑی ہوئی تھیں۔ آپ نے ان میں سے مٹھی بھر کھجوریں مجھے عنایت فرمائیں میں اُن کی خدمت سے اٹھ کر باہر آیا۔ اور اُن کھجوروں کو شمار کیا تو وہ تعداد میں تہتر نکلیں۔ وہاں سے میں حضرت علیؑ کی خدمت میں پہنچا اور انہیں سلام کیا۔ آپ نے مسکرا کر میرے سلام کا جواب دیا۔ اُن کے سامنے بھی کچھ کھجوریں رکھی تھیں۔ آپ نے بھی حضور نبیؐ اکرمؐ کی طرح مٹھی بھر کھجوریں مجھے دیں۔ میں اُن کو لیتے ہی وہاں سے اٹھ کر باہر آگیا۔ اور ان کو گنا تو ان کی تعداد بھی تہتر تھی۔ میں یہ دیکھ کر بہت حیران ہوا۔ اور حضور رسولِ خدا کی خدمت

میں دوبارہ پہنچ کر اپنی اس حیرت کا اظہار کیا۔ اور عرض کیا۔ کہ حضرت یہ بات میری سمجھ میں ابھی تک نہیں آ رہی۔ کہ آپ نے ابھی مجھے کھجوریں عطا فرمائی تھیں۔ میں آپ کی خدمت سے اُٹھ کر باہر چلا آیا۔ اور باہر آتے ہی میں نے اُن کھجوروں کو گِنا۔ تو وہ تہتر دانے تھے۔ پھر میں اُسی وقت آپ کے بھائی حضرت علیؑ کے پاس پہنچا۔ انہوں نے بھی آپ کی طرح مٹھی بھر کھجوریں عنایت کیں۔ اُن کو بھی میں نے باہر آ کر گِنا۔ تو وہ بھی تعداد میں تہتر تھیں۔ آپ دونوں کی عطا میں برابری کی کیا وجہ ہے۔ حضورؐ نے مُسکرا کر فرمایا۔ کہ اے ابوہریرہ عدل کے معاملہ میں میرے اور علیؑ کے ہاتھ برابر ہیں۔

۲۰

ایک مرتبہ دو شخص ایک کنیز کے معاملہ میں کچھ فیصلہ کرانے کے لئے جبکہ وہ خلیفۂ وقت تھے حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے اور اپنا مسئلہ پیش کیا۔ انہوں نے اُن کا مسئلہ سُنکر اور اُن دونوں کو ساتھ لیکر مسجد میں آ گئے۔ جہاں حضرت علیؑ تشریف فرما تھے۔

حضرت عمرؓ نے انہیں سلام کیا۔ آپ نے اُس کے سلام کا جواب دیا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے اُن کا مسئلہ آنحضرت کے سامنے پیش کیا۔ آپ نے بغیر کلام کئے دو انگلیوں کا اشارہ کر دیا۔ حضرت عمرؓ اُن دونوں آدمیوں کو لیکر مسجد کے باہر آگئے اِتنے میں اُن دونوں نے حضرت عمرؓ سے کہا۔ کہ ہم تو آپ کو خلیفۂ وقت سمجھ کر آپ کے پاس آئے تھے۔ کہ آپ ہمارے مسئلہ کو حل فرما دیں۔ مگر آپ ہمیں ایک ایسے آدمی کے پاس لے گئے۔ جنہوں نے ہمارے مسئلے کو حل کرنے کے لئے مُنہ سے تو کچھ نہ کہا۔ اور صرف انگلیوں کا اشارہ کر دیا۔ آپ نے اُن سے کہا کہ کیا تم ان کو نہیں جانتے کہ وہ کون تھے۔ انہوں نے کہا۔ کہ ہم واقعی انہیں نہیں جانتے۔ آپ نے اُن سے کہا۔ کہ یہ علیؑ ابن ابیطالبؑ علیہ السلام تھے۔ جن کے متعلق میں یہ گواہی دینے کے لئے خدا کی قسم کھاتا ہوں۔ کہ میں نے حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے خود سُنا ہے۔ کہ اگر زمین و آسمان ترازو کے ایک پلہ میں رکھ دئے جائیں اور دُوسرے میں حضرت علیؑ کا علم رکھ کر تولا جائے۔ تو علیؑ کا پلہ بھاری نظر آئیگا۔ انہوں نے

جو دو انگلیوں کا اشارہ فرمایا تھا۔ وہی تمہارے مسئلہ کا حل تھا۔ جس کا مطلب دو طلاقیں تھیں۔

وہ حضرت علیؓ کے فیصلے سے مطمئن ہوکر واپس چلے گئے۔ یہی حضرت علی علیہ السلام کے کمالات علمی ہیں۔ جنہیں ہم تو کیا۔ ساری دنیا بے اختیار ہوکر کہہ اٹھتی ہے۔ کہ یا علیؓ بسوائے حضور نبی اکرمؐ آپ سے افضل کائنات بھر میں کوئی پیدا نہیں ہوا۔

۲۱

ایک مرتبہ حضرت علیؓ کے سامنے ایک عجیب دعوٰے پیش کیا گیا۔ دعوٰے یہ تھا۔ کہ ایک شخص نے شکایت کی۔ کہ فلاں شخص نے میرے سینے پر مکے سے ایسی چوٹ لگائی ہے۔ جس سے میری سانس کی رفتار بگڑ گئی ہے۔ اس لئے مکہ مارنے والے کے خلاف فیصلہ صادر فرمایا جاوے۔ آپ نے حکم دیا۔ کہ جس شخص کے چوٹ لگی ہے۔ اس کے سانسوں کو گنیں۔ عام طور پر انسان کی سانس کبھی دائیں نتھنے سے خارج ہوتی ہے اور کبھی بائیں سے نکلتی ہے۔ مگر پو پھٹنے سے طلوع آفتاب

تک ہر انسان کی سانس دائیں طرف کے نتھنے سے نکلتی رہتی ہے۔ اُس وقت مدّعی کو سامنے بٹھا کر اس کی سانسوں کو شمار کر کے اُن کی تعداد لکھ لو۔ پھر دُوسرے دن اُسی شخص کے ہم عمر آدمی کو بٹھا کر وقت مذکورہ بالا کے درمیان اس دُوسرے آدمی کی سانسوں کو گنو۔ اور اس کی تعداد بھی الگ تحریر کر دو۔ پھر دیکھو۔ اگر ان دونوں آدمیوں کی سانسوں میں فرق نظر آ جائے تو مدّعی کا دعوٰے دُرست ہے اُسکو تاوان وصول کرنے کا پُورا حق ہے۔ جو اس کو ادا کیا جائے۔

۲۲

معتبر روایت سے بیان کیا گیا ہے۔ کہ ایک مرتبہ سمندر کے ساحل کے قریب عدن کے شہر میں ایک مسجد تعمیر کی گئی۔ جو تعمیر ہونے کے بعد فوراً گر گئی۔ وہاں کے لوگوں نے دوبارہ اس کو تعمیر کیا۔ مگر اُس دفعہ بھی وہ قائم نہ رہ سکی اور گر گئی۔ اس لئے اُن لوگوں نے یہ کیفیت خلیفۂ وقت حضرت ابوبکر کے پاس آ کر بیان کی۔ اور مسجد برقرار نہ رہنے کا سبب اُن سے پُوچھا۔ مگر

وہ اس کی اصل وجہ نہ بتا سکے۔ اور یہ معاملہ حضرت امیر المومنین علیؑ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ جہاں مسجد تعمیر کی گئی۔ وہاں قبلہ کے رُخ اُس مقام کے دائیں بائیں زمین کھودو وہاں پر تمہیں دو قبریں نظر آئیں گی۔ جو دو بہن بھائیوں کی قبریں ہیں۔ قبروں سے اُن کے جسموں کو نکال کر انہیں غسل وکفن دے کر وہاں دوبارہ دفن کردو۔ انہوں نے حضرت علیؑ کے فرمان کے مُطابق عمل کیا۔ پھر مسجد تعمیر کی۔ جو بدستور قائم رہی اور نہ گر سکی۔

۲۳

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ دو آدمی کہیں اکٹھے سفر کر رہے تھے۔ جب کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد سستانے کے لئے بیٹھ گئے سفر کرنے کی وجہ سے انہیں بھوک بھی لگی ہوئی تھی۔ لہٰذا یہ طے کیا۔ کہ اس جگہ دوپہر کا کھانا بھی کھا لینا چاہیئے۔ پھر اُن دونوں نے اپنی اپنی چادروں کو کھول کر روٹیاں نکالیں۔ اُن دونوں میں سے ایک کے پاس پانچ روٹیاں تھیں۔ اور دوسرے کی تین روٹیاں تھیں۔ دونوں نے یہ ساری روٹیاں اکٹھی دسترخوان پر رکھ کر کھانے

کا ارادہ ہی کیا تھا۔ کہ اچانک ایک تیسرا مسافر آ کر اُن کے ساتھ بیٹھ گیا انہوں نے اس کو بھی کھانے میں شامل کر لیا۔ جب یہ تینوں آدمی کھانا کھا چکے تو تیسرے آدمی نے اٹھتے وقت اس خوراک کے عوض جو اُس نے کھائی پہلے دو آدمیوں کو جنکی یہ روٹیاں تھیں آٹھ درہم دے کر چلا گیا اس کے چلے جانے کے بعد پہلے دو مسافروں میں آٹھ درہم کی باہمی تقسیم کے متعلق جھگڑا ہو گیا۔ جس کی تین روٹیاں تھیں اُس نے اس رقم کی برابر تقسیم کا مطالبہ کیا۔ دُوسرے نے کہا۔ کہ تمہاری تین روٹیاں تھیں اور میری پانچ تھیں۔ لہٰذا ان میں سے پانچ درہم میرے ہوئے اور ۳ درہم تمہارے ہیں۔ یہ لے لو۔ مگر دوسرا شخص اپنے اس ساتھی کے فیصلہ کو نہ مانا۔ اور اپنا یہ دعوٰے حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام کی عدالت میں فیصلہ کے لئے پیش کر دیا۔ آپ نے یہ دعوٰے سُنکر فرمایا۔ کہ اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں کے لئے تمہیں آپس میں جھگڑنا نہیں چاہیئے مدعی سے فرمایا۔ کہ تمہارے ساتھی نے جو فیصلہ کیا ہے اس کو مان لو۔ فائدہ میں رہو گے۔ مگر اُس نے یہ دلیل پیش کی۔ کہ جب ہم دونوں ساتھی سفر کر رہے تھے۔ تو جو کچھ بھی ہمیں

بحالتِ سفر ملا۔ اُس کو دو مساوی حصّوں میں اس کو تقسیم کرنا چاہیئے
تھا۔ اس لئے یہ چار درہم مجھے دیتا اور چار درہم یہ خود رکھ لیتا۔
اگر یہ ایسا کرنے پر تیار نہ ہوا۔ اس لئے اس سے میرا پُورا حصّہ
دلوایا جائے۔ آپ نے فرمایا۔ پھر جو میں فیصلہ کروں تم اُسے
منظور کرو گے۔ دونوں نے ہاں میں جواب دیا۔ آپ نے
فرمایا صرف ایک درہم مدّعی کا حق بنتا ہے۔ اور اُس کو یہ لے
لینا چاہیئے۔ اس فیصلہ کو سُنکر مدعی نے عرض کیا۔ یا امیرالمومنینؑ
میرا حق ایک درہم کیونکر ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ پھر سُنو میں تم کو سمجھا
دیتا ہوں۔ تمہاری تین روٹیاں تھیں اور تمہارے ساتھی کی
پانچ روٹیاں تھیں۔ ان کو جمع کیا جائے تو کُل آٹھ روٹیاں
ہو گئیں۔ چونکہ اِن کو کھانے والے تین آدمی تھے۔ تین آدمیوں
کے حساب سے ان آٹھ روٹیوں کے تین تین برابر کے ٹکڑے
بنائے جائیں۔ تو اُن کی تعداد چوبیس بنے گی۔ چونکہ یہ تم نہیں
بتا سکتے۔ کہ تم تینوں میں سے کس نے کتنے ٹکڑے کھائے۔ اس
لئے یہ فرض کرلو۔ کہ تم نے برابر برابر کھایا ہے۔ تمہاری تین
روٹیاں تھیں۔ اس کے ۹ ٹکڑے ہوئے اور تمہارے ساتھی

کی پانچ روٹیاں تھیں تو اس کے پندرہ ٹکڑے ہو گئے۔ چوبیس ٹکڑوں میں سے بحصہ برابر تم نے آٹھ ٹکڑے کھائے تو تمہارا ایک ٹکڑا بچ گیا۔ اور تمہارے ساتھی نے آٹھ ٹکڑے کھائے تو تمہارا ایک ٹکڑا بچ گیا۔ اور تمہارے ساتھی نے آٹھ ٹکڑے کھائے تو اس کے پندرہ ٹکڑوں میں سے اُس کے پاس سات ٹکڑے رہ گئے۔ لہٰذا ایک ٹکڑے کا ایک درہم تم لے لو جو تمہارے حساب میں باقی بچا تھا۔ لہٰذا سات درہم اُس کا حق ہے۔ کیونکہ تیسرے آدمی کو تیسرے حصے میں سے سات سات ٹکڑے ملے۔ اور ایک ٹکڑا تمہارے حصے کا اُس نے کھایا۔ جس کا معاوضہ صرف ایک درہم ہو گا۔ مدعی بے ساختہ بول اُٹھا کہ آپ کا فیصلہ بالکل صحیح ہے اور میں اس سے راضی ہو گیا۔

۲۴

حضرت عمرؓ کا زمانۂ خلافت تھا۔ کہ دو عورتیں لڑکے اور لڑکی کا جھگڑا لے کر آئیں۔ اُن دونوں میں سے ہر ایک اپنے

کو لڑکے کی ماں بتاتی تھی اور دوسری کو لڑکی کی ماں کہتی تھی
اب خلیفۂ وقت کس طرح معلوم کرے کہ لڑکے کی ماں ان دونوں
میں کون ہوگی۔ اس لیئے اس جھگڑے کا وہ فیصلہ نہ کر پائے۔
اور انہیں مجبوراً حضرت علیؓ سے رجوع کرنا پڑا۔ جب یہ جھگڑا
آپ کے پیش ہوا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ دو شیشیاں منگوا کر
پہلے ان کا وزن کرلو۔ پھر ایک ایک شیشی ان دونوں عورتوں
کو دے دو۔ تاکہ وہ اِن شیشیوں کو اُپنے دودھ سے بھر
دیں۔ جب دودھ سے بھری شیشیاں آپ کے سامنے لائی
گئیں تو آپ نے فرمایا کہ اِن شیشیوں کا دوبارہ وزن کرو۔
جس عورت کی شیشی کا دودھ بھاری تھا۔ آپ نے فرمایا۔
کہ لڑکا اُس کو دے دیا جائے۔ کیونکہ لڑکے کی وہی اصلی ماں
ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا۔ کہ یہ آپ کو کس طرح معلوم ہُوا
کہ بھاری دُودھ والی عورت لڑکے کی ماں ہے اور ہلکے
دودھ والی لڑکی کی ماں ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ابن الخطاب
کیا آپ نے "قرآن مجید کی یہ آیہ نہیں پڑھی۔ جس میں اللہ تعالےٰ
ارشاد فرماتا ہے کہ مرد کا حصّہ عورت سے دوگنا ہوتا ہے۔

اس لئے لڑکے کی ماں کے دودھ کو لڑکی والے کی ماں سے دُگنا عطا کیا ہے۔ اس طرح آپ نے اُس جھگڑے کا فیصلہ کلامِ خدا کی روشنی میں ایسے احسن طریقہ سے صادر فرمایا۔ جس کو خلیفۂ وقت حل نہ کر سکا۔

۲۵

حضرت امیرالمومنین علیؑ کے زمانۂ خلافت میں ایک آدمی نے اپنے غلام کو ساتھ لاکر آپ کی خدمت میں شکایت پیش کی کہ یا حضرتؑ میرے اس غلام نے میری اجازت کے بغیر شادی کر لی ہے۔ میرے لئے ایسی حالت میں کیا حکم ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تمہیں اختیار ہے کہ تم اُپنے غلام اور اس کی بیوی کے درمیان میں جُدائی کرا دو۔ یہ حکم سُن کر مالک نے اُپنے غلام کو حکم دیا۔ کہ تم اپنی بیوی کو طلاق دے دو۔ جب وُہ یہ کہہ چکا تو حضرتؑ نے غلام سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ اگر تو اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہتا ہے تو دیدے اور اگر نہیں چاہتا تو نہ دے۔ مالک حیران ہو کر بولا۔ کہ یا امیرالمومنینؑ مجھ سے تو

آپ نے فرمایا۔ کہ اُن دونوں میں جُدائی ڈالنے کا مجھے اختیار ہے۔ مگر غلام کو اختیار دے دیا۔ کہ تو طلاق دے یا نہ دے۔ یہ تیری مرضی پر منحصر ہے۔ آخر یہ دو احکام ایک دُوسرے کے خلاف دینے کی کیا وجہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بے شک میں نے تم سے پہلے یہ کہا کہ اِن میں جُدائی ڈالنے کا مجاز ہے۔ مگر جس وقت تو نے غلام سے کہا۔ کہ اپنی عورت کو طلاق دے دے تو اس کا مطلب یہ ہُوا۔ کہ تم اس کے نکاح کرنے پر پہلے راضی تھے۔ کیونکہ نکاح کے بعد طلاق دی جاتی ہے۔ اس لئے اَب یہ اختیار غلام کو ہے۔ کہ وُہ اپنی بیوی کو طلاق دے یا نہ دے۔

۲۶

حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں ایک آدمی دُوسرے کا گریبان پکڑے ہُوئے دربارِ خلافت میں لایا اور شکایت کی کہ اس آدمی کی گائے نے سینگ مار کر میرے اونٹ کا پیٹ پھاڑ دیا ہے۔ لہٰذا میرے اس نقصان کا تاوان اس

سے مجھے دلوایا جائے۔ حضرت عمرؓ نے یہ سُن کر مدعی سے کہا کہ جانوروں پر قصاص نہیں ہے۔ لہٰذا یہ آدمی تمہارے نقصان کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ مگر جب حضرت علیؑ نے یہ فیصلہ سُنا تو حضرت عمرؓ سے کہا۔ کہ میں نے حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے خود سُنا ہے کہ آپ نے فرمایا۔ کہ کوئی شخص کسی دُوسرے کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اگر پہنچائے تو وُہ اس کے نقصان کا ذمہ دار ہے۔ اب دریافت طلب بات یہ ہے۔ کہ کیا گائے کے مالک نے اپنی گائے اونٹ کے گذرنے والے راستہ پہ تو نہیں باندھی تھی۔ اگر نہیں تو دُوسرا آدمی اس کا ذمہ دار ہے۔ لہٰذا اس نقصان کا تاوان اُس کو ادا کرنا چاہیئے۔ اور اگر گائے والے نے وہاں اپنی گائے باندھی تھی۔ تو قصاص اُس پہ واجب ہوتا ہے۔ لہٰذا گائے کا مالک اونٹ کے مالک کو تاوان ادا کرے۔ جب صورتِ حالات دریافت کی گئی تو معلوم ہُوا۔ کہ گائے اونٹ کے گذرنے والے راستہ پہ باندھی گئی تھی۔ لہٰذا گائے والا قصوروار ثابت ہُوا۔ اور حضرت عمرؓ نے حضرت علی علیہ السلام

کے فرمان کی روشنی میں گائے والے سے تاوان لے کر اونٹ کے مالک کو دِلوا دیا۔ جس سے مدّعی کی حق تلفی نہ ہُوئی۔

۲۷

حضرت علی علیہ السّلام کے خلافت کے زمانہ میں ان کے ایک با اعتبار صحابی نے آنحضرت کی خدمت میں گذارش کی آپ نے بیت المال کے سرمایہ کی مساوی تقسیم کا جو اصُول نافذ فرمایا ہے۔ اس سے آپ نے ملک کی اہم شخصیتوں کو غلاموں اور حبشیوں کی سطح پر لاکر اُن کو اپنے مخالف کرلیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کا جھکاؤ امیرِ شام معاویہ کی طرف زیادہ ہوگیا ہے۔ آپ نے آقاؤں کی جاگیریں اُن سے چھین کر ان کے غلاموں میں تقسیم کردیں۔ پہلے خلفا کے وقت میں بڑے آدمیوں کو جو مراعات حاصل تھیں وہ آپ نے منسوخ فرمادیں۔ یہ غریب عوام۔ بیوہ عورتیں غلام اور حبشی لوگ بوجہ ناداری بالکل بے بس ہیں۔ اور وہ ملکی خدمات میں کوئی اہم کردار ادا نہیں کرسکتے۔ لہٰذا آپ ان کو نظر انداز

فرما کر سرمایہ داروں کا تعاون حاصل کریں۔ آپ نے یہ سُن کر اُنہیں یہ جواب دیا۔ کہ میں سرمایہ داروں اور با اثر لوگوں کو ایک مسلم ریاست میں عوام کے حقوق کو غصب کرنے کی کسی صورت میں بھی اجازت نہیں دے سکتا اور نہ دولت کی غیر مساوی تقسیم کو جائز تصور کرتا ہوں چونکہ بیت المال کی دولت عوام کا مال ہے۔ لہٰذا یہ مال اس کے اصلی مالکوں کے پاس واپس جانا چاہیئے۔ سرمایہ دار کوئی دولت پیدا نہیں کرتے۔ بلکہ وہ الٹا غریبوں کا خون چوس چوس کر اپنی دولت میں روز افزوں اضافہ کرتے رہتے ہیں۔ میں جہاں تک ان کی ناراضگی کا تعلق اس پر خوش ہوں۔ آپکی یہ بات درست ہے کہ غریب عوام میری کوئی مدد نہیں کرسکتے۔ مگر میں اُن کی مدد کے خیال سے بے نیاز ہو کر ان کی مدد اس لئے کرتا ہوں کہ وہ اپنی مدد کرنے سے مجبور ہیں۔ لہٰذا بحیثیت آدمی ہونے کے وُہ بھی وہی کچھ ہیں جو میں ہوں۔ اس لئے میں اللہ تعالیٰ سے یہی دُعا مانگتا رہتا ہوں کہ وہ فرض کی ادائیگی میں میری مدد فرمائے۔ یہ ہے اسلامی حکومت کے تاجدار کا نظریہ بے مثال

جو کسی دُوسرے حکمرانِ مملکت میں سوائے حضرت علیؑ کے نظر نہیں آئے گا۔ آپ بیت المال میں مال جمع کرنے کی ہوس نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ جو کچھ اُس میں جمع ہوتا اُس کو روز کے روز مستحقین میں مساویانہ تقسیم فرمادیتے۔ کوئی غیر مستحق آدمی بیت المال کے مال کے قریب تک نہ آسکتا تھا۔ آپ کے عہدِ خلافت میں عرب و عجم۔ غلام اور آقا۔ مُسلم اور غیر مُسلم میں جہاں تک انصاف کا تعلق تھا۔ کوئی امتیاز روا نہ نہیں رکھا جاتا تھا۔

۲۸

حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں ایک ایسی عورت کو پیش کیا گیا۔ جس نے عدت کی مدت ختم ہونے سے پہلے کسی دوسرے آدمی سے نکاح کر لیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس کا فیصلہ اس طرح کیا۔ کہ اس عورت اور اُس مرد کے درمیان جس نے عدت کے اندر اس سے نکاح کیا ہے۔ ہمیشہ کے لئے جُدائی کرادی جائے اور حق مہر کی رقم اُس سے لے کر بیت المال میں جمع کی جائے۔ جب حضرت علی علیہ السلام کو

اس فیصلہ کی اطلاع ملی۔ تو آپ نے حضرت عمرؓ سے کہا۔ کہ حق مہر عورت سے واپس نہ لیا جائے کیونکہ یہ اُس کا حق زوجیت ہے جبکہ حق مہر دینے والا شخص اس پر تصرف حاصل کر چکا ہے البتہ اِن میں جُدائی کرا دی جائے۔ عدت گذرنے کے بعد اس آدمی کو حق حاصل ہے کہ وہ کسی دُوسرے کی طرح اس عورت سے نکاح کی خواستگاری کر سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت علی علیہ السلام کے فیصلہ کے مطابق عمل کیا گیا۔

۲۹

ایک دفعہ حضرت علی علیہ السلام سے گونگے کے متعلق سوال کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ اکہ اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے۔ کہ جس نے مجھے اُس وقت تک دُنیا سے نہیں اٹھایا۔ جب تک میں اُن تمام چیزوں کو بتا نہ سکا۔ جس کی لوگوں کو پوچھنے کی ضرورت تھی۔ پھر آپ نے فرمایا۔ کہ قرآن شریف لاؤ۔ جب قرآن شریف لایا گیا۔ تو اُس کو کھول کر گونگے آدمی کے سامنے رکھا گیا۔ اور اشاروں میں پوچھا گیا۔ کہ یہ کیا ہے

تو اس نے آسمان کی طرف اشارہ کیا کہ یہ اللہ تعالےٰ کی کتاب ہے۔ پھر آپ نے قلم دوات لانے کے لئے قنبر سے کہا جب کاغذ قلم دوات آگئے تو آپ نے حکم دیا۔ کہ جو کچھ میں اب لکھواتا جاؤں وہ لکھتے جاؤ۔ چنانچہ اُس پر لکھایا گیا کہ میں اس خدا کی قسم کھاتا ہوں۔ جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ جو ہر چھپی اور ظاہر چیزوں کے جاننے والا ہے وہی رحمان ورحیم۔ طالب ومطلوب۔ وہی نقصان اور نفع پہنچانے والا ہے۔ وہی ہر چیز کو مارتا ہے۔ اور نقصان کرنے پر اُس کو پکڑنے والا ہے۔ جو ہر بھید اور ظاہر بات سے واقف ہے اس لئے میں اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ فلاں بن فلاں شخص کا مجھ پر کوئی حق نہیں اور نہ کسی چیز کا مجھ سے طلب کرنے کا حق حاصل ہے۔ وہ گونگا عبارت کو پڑھ لیتا تھا۔ مگر بول نہیں سکتا تھا۔ اُس نے آنحضرت کی لکھوائی ہوئی عبارت کو جب پڑھ لیا تو آپ نے فرمایا کہ اس ساری عبادت کو پانی سے دھو کر اس گونگے کو پلاؤ۔ مگر اُس نے وہ پانی پینے سے انکار کر دیا۔ جس کو ملاحظہ فرما کر آپ نے فیصلہ دیا۔ کہ اس پر قصاص

واجب ہے۔ اس لئے اس سے وصول کیا جائے۔ یہ وُہ
فیصلہ ہے۔ جو کسی نے آج تک کیا اور نہ آئندہ کوئی کرسکتا ہے
کہ گونگے آدمی سے اس طرح قسم لی جائے۔

۳۰

دو شخصوں نے کسی عورت کے پاس جا کر امانت میں کسی
قدر رقم رکھی۔ اور اُس کے ساتھ یہ شرط کی۔ کہ جب تک ہم
دونوں تمہارے پاس مل کر امانت لینے کے لئے نہ آئیں
آپ نے ہم میں سے کسی ایک آنے والے کو امانت کی
رقم طلب کرنے پر ہرگز نہیں دینی کچھ عرصہ گذرنے کے
بعد اُن میں سے ایک آدمی اُس عورت کے پاس آیا۔ اور
اپنی امانت کی رقم طلب کی۔ مگر عورت نے شرط کے
مطابق اُسے اُن کی امانت والی رقم دینے سے اِنکار
کیا۔ مگر اُس آدمی نے یہ بھی کہا کہ میرا دُوسرا ساتھی مر گیا
ہے۔ میں کس طرح اُس کو تمہارے پاس لاسکتا ہوں۔ ساتھ
ہی اس کی بے حد منّت سماجت کی۔ عورت نے مجبُور ہوکر اُن

کی رقم امانت اُس ایک کے سپُرد کردی۔ جب امانت کی واپسی کو کافی دن گذر گئے۔ تو دُوسرا آدمی بھی آگیا۔ جس کے متعلق اُس کو بتایا گیا تھا کہ وہ مرگیا ہے اور اُس نے عورت سے اپنی امانت کی رقم طلب کی۔ جس پر اُس نے جواب دیا۔ کہ وہ امانتی رقم تمہارا دُوسرا ساتھی تمہارے مرنے کی حلفیہ قسم کھانے کے بعد مجھ سے لے گیا ہے۔ جب تمہاری رقم اَب میرے پاس باقی نہیں رہی۔ تو میں کس طرح تمہاری امانت کی رقم تم کو ادا کروں۔ عورت کے انکار پر اُس آدمی نے حضرت عمرؓ کے پاس اپنا مقدمہ پیش کرکے اپنی رقم عورت سے واپس دلانے کی درخواست کی۔ جس پر اُس عورت کو دربارِ خلافت میں طلب کرکے مدّعی کی رقم امانت ادا کرنے کا حکم دیا۔ تو اُس نے خلیفۂ وقت کو امانت کی واپسی کا سارا قصّہ کہہ سُنایا۔ مگر انہوں نے یہ کہہ کر کہ تو ضامن تھی لہٰذا تمہیں اس کو امانت کی رقم کے برابر رقم ادا کرنی پڑے گی۔ اُس عورت نے اَپنے بے قصور ہونے کی حضرت علیؑ سے فریاد کی تو آپ نے دربارِ خلافت میں دوبارہ اسے اس دلیل کے ساتھ

درخواست دینے کا مشورہ دیا۔ کہ میں زرِ امانت دینے کے لئے اُس وقت تیار ہوں گی جب شرط کے مُطابق اپنا دُوسرا ساتھی لے آئے۔ جب درخواست خلیفۂ وقت کے پیش ہُوئی تو آپ نے مدّعی کو اپنا دُوسرا ساتھی پیش کرنے کے لئے حکم دیا۔ تاکہ دونوں کی موجودگی میں اُن کی رقم انہیں واپس دلوائی جائے۔ مگر وہ اپنا دُوسرا ساتھی اِس لئے نہ لا سکا۔ کہ اُن کا سارا جھُوٹ کھُل جاتا۔ انہوں نے یہ سکیم صرف اس لئے تیار کی تھی۔ کہ اُس عورت سے رقم ہتھیائی جائے۔ مگر میرے آقا کے مشورہ سے وہ اپنے ارادہ میں کامیاب نہ ہو سکے۔

۳۰۱

کہتے ہیں۔ کہ کچھ لوگوں پر دیوار گری۔ اور وہ سب مر گئے۔ مرنے والوں میں ایک کنیز اور ایک آزاد عورت بھی تھی۔ آزاد عورت کا ایک لڑکا آزاد مرد سے تھا۔ اور اسی طرح کنیز کا بھی لڑکا تھا۔ جو ایک غلام سے تھا۔

چونکہ اِن دو لڑکوں میں یہ پہچان مشکل ہوگئی کہ اُن میں آزاد مرد کا لڑکا کون ہے۔ اور غلام کا بچّہ کون ہوگا۔ یہ معاملہ حضرت علی علیہ السلام کے پیش کیا گیا۔ تاکہ اُن کی میراث کا معاملہ طے کیا جا سکے۔ آپ نے دونوں لڑکوں پہ قرعہ ڈالا۔ جس کے نام آزادی کا قرعہ نِکلا اُس کو آزاد سمجھا گیا اور دُوسرے کو غلام تصوّر کیا گیا۔ جس سے اُن کی میراث کا معاملہ بآسانی طے ہوگیا۔

۳۲

حضرت ابوبکرؓ کا زمانۂ خلافت تھا کہ بادشاہ روم کا سفیر اُن کے پاس آیا۔ اور اُن سے کہا کہ آپ اپنے رسُولؐ کے خلیفہ ہیں میں چند سوال آپ سے کرتا ہوں۔ مجھے اُن کا تسلی بخش جواب دیجئے۔ میرے سوالات یہ ہیں۔ کہ دُنیا میں وہ کون شخص ہے۔ جس کو جنّت کا لالچ نہیں اور نہ وہ دوزخ سے ڈرتا ہے۔ وہ خدا سے نہیں ڈرتا اور رکوع و سجُود بھی نہیں کرتا۔ مُردہ اور خون کو کھاتا ہے

پھر جس چیز کو اُس نے نہیں دیکھا اُس کی گواہی دیتا ہے۔ فتنہ کو دوست رکھتا ہے اور حق سے وہ بغض رکھتا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ خاموش ہو گئے اور اُس سفیر کے سوالوں کا کوئی جواب نہ دے سکے۔ البتہ حضرت عمرؓ سے نہ رہا جا سکا۔ اور بے ساختہ بول اُٹھے۔ کہ آپ نے جتنے سوالات کئے وہ سراسر کُفر ہیں حضرت علی علیہ السلام دربار میں موجُود تھے۔ اور اس خیال سے کہ اس کے دل میں مذہب اسلام کے متعلق کوئی بدگمانی پیدا نہ ہو اور کہیں یہ سوچ نہ لے کہ جس رسُولؐ کے وصی کا یہ علم ہے۔ تو ان کا رسولؐ بھی شاید ایسا ہی ہو گا۔ لہذا حضرت علی علیہ السلام نے اس کے سوالات کے وہ جوابات دِئے۔ جو ایک رسولؐ منصوص مِنَ اللہ کا وصیؑ برحق ہی دے سکتا ہے۔ آپ نے سفیرِ شاہ روم سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ اَپنے سوالات کا جواب مجھ سے سُن۔ وہ شخص جس کو جنّت کی خواہش ہے اور نہ وہ دوزخ سے ڈرتا ہے۔ ایسا شخص اولیاء

خدا میں سے ہے۔ جو جنّت کی خواہش رکھتا ہے اور نہ دوزخ سے خوف کھاتا ہے۔ بلکہ وُہ اگر کسی سے خوف کھاتا ہے۔ تو وہ صرف اللہ ہی کی ذات ہے۔ وُہ جتنے احکامِ الٰہی بجا لاتا ہے۔ وہ کسی طمع و لالچ کی وجہ سے نہیں کرتا۔ بلکہ خوشنودیٔ خدا کے لئے کرتا ہے۔ وُہ خدا کے ظلم سے نہیں ڈرتا بلکہ اس کے عدل و انصاف سے ڈرتا ہے۔ وُہ جنازہ کی نماز میں رکوع و سجُود نہیں کرتا۔ مچھلی اور ٹڈی کھاتا ہے۔ جو مُردہ ہیں۔ ان کو ذبح نہیں کیا جاتا۔ جگر کھاتا ہے جو دراصل خون ہی ہے۔ مال اور اولاد کو دوست رکھتا ہے۔ جن کو اللہ نے اپنے کلامِ پاک میں فتنہ فرمایا ہے۔ بہشت۔ دوزخ اور حوروں کی گواہی دیتا ہے۔ جن کو اُس نے دیکھا تک نہیں اور موت سے کراہت کرتا ہے۔ حالانکہ جو حق ہے۔ اِن جوابات کو سُنکر اُسے یقین آگیا۔ کہ پیغمبرِ اسلام اور اُس کا دین برحق ہے۔ اور رسولِ برحق کے وصی کی یہی علامات ہیں۔ جو میں نے آپ کی ذات میں دیکھیں

۳۲

حنظلہ ابو سفیان کے بیٹے نے عُمیر ابنِ وائلی ثقفی سے کہا۔ کہ تو حضرت علیؑ کے پاس جا۔ جو محمدؐ کے جانے کے بعد اُن کے پاس رکھی ہوئی امانتیں اُن کے مالکوں کو دے رہے ہوں اُن سے کہہ۔ کہ میں نے محمدؐ کے پاس جو بھاگ کر مدینہ میں چلے گئے ہیں۔ اَسّی مثقال سونا امانت رکھا تھا اور آپ اُس امانت کی واپسی کے ضامن بنے تھے۔ وہ میری امانت آپ مجھے لوٹا دیں۔ اے عُمیر اگر تو نے یہ کام سرانجام دے دیا۔ تو میں اس کے صِلہ میں تم کو ایک سو مثقال سونا جن میں میری ماں ہندہ کا دس تولے سونے کا گلوبند بھی شامل ہے۔ بطورِ انعام تم کو دونگا۔ عُمیر لالچ میں آکر حضرت علیؑ کی خدمت میں پہنچ گیا۔ اور جس طرح اس کو سکھا کر بھیجا گیا تھا۔ اس نے وہی مطالبہ پیش کر دیا۔ حنظلہ نے اُس کو یہ پٹی بھی پڑھائی تھی۔ کہ اگر علیؑ تم سے تمہاری اِس

امانت کے لئے گواہی طلب کریں۔ تو بے جھجک کہہ دینا۔ کہ میری اس امانت کے چشم دیدہ معتبر گواہ ابوجہل۔ عکرمہ عقبہ ابوسفیان اور حنظلہ موجود ہیں۔ جو میری صداقت کے گواہی دیں گے۔ چنانچہ وہ حضرت علیؓ کے پاس آکر اپنی امانت کا طلب گار ہوا۔ آپ نے جواب دیا۔ کہ مجھے تو یاد نہیں کہ تم نے ایسی کوئی چیز حضورؐ کے پاس رکھی ہو یا میں نے اس کی واپسی کی ضمانت دی ہو۔ تو تھوڑی دیر صبر کر مجھے امانتوں کی فہرست دیکھ لینے دے۔ اگر تمہارا نام اُس میں موجود ہوا تو میں تمہاری رکھی ہوئی امانت واپس لوٹا دونگا۔ مگر جب حضرتؓ نے فہرست دیکھی تو اس میں اُس کا نام کہیں بھی نظر نہ آیا۔ اس لئے آپ نے اُس سے کہا۔ کہ تم نے کوئی امانت حضورِ انور کے پاس نہیں رکھی تھی۔ اگر تمہاری کوئی امانت اُن کے پاس ہوتی تو تمہارا نام ضرور فہرست میں موجود ہوتا۔ عُمیر نے کہا کہ اے علیؓ آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ میرے پاس تو اس امانت رکھنے کے فلاں فلاں گواہ موجود ہیں۔ جن کے نام

اوپر بیان کئے گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تم اپنے گواہ لاؤ۔ اگر انہوں نے سچی گواہی دے دی تو تمہاری بیان کردہ مقدار کا سونا میں اپنی طرف سے تمہیں دے دونگا۔ چنانچہ وہ اپنے گواہ لے آیا۔ آپ نے سب سے پہلے عُمیر سے پوچھا کہ جب یہ امانت تم نے رسولؐ خدا کے پاس رکھی تھی۔ تو کیا وقت تھا۔ عُمیر نے جواب دیا کہ دن کا پہلا پہر تھا۔ اور میری امانت لے کر آپ نے اپنے غلام کے سپُرد کردی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ تم جاؤ اور اپنے گواہ ابوجہل کو بھیجو۔ جب ابوجہل آیا تو اس نے کہا۔ کہ میں اس کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔ لہٰذا مجھ سے کچھ نہ پوچھیں۔ پھر عُمیر کے دُوسرے گواہ ابوسفیان کو بُلا کر پوچھا گیا۔ کہ جس وقت عمیر نے حضورؐ کے پاس امانت رکھی تو وقت کیا تھا۔ اُس نے جواب دیا۔ سورج غروب ہونے کے قریب تھا۔ اور محمدؐ نے یہ امانت لے کر اپنی آستین میں رکھ لی تھی۔ اس کے بعد حنظلہ کو بُلا کر پوچھا۔ کہ عُمیر نے کس وقت حضورؐ کے پاس امانت رکھی تھی۔ اس نے جواب دیا کہ دوپہر کا وقت

تھا۔ اور انہوں نے امانت لے اپنے سامنے رکھ دی تھی۔
اس کے بعد عقبہ گواہ سے پوچھا گیا تو اُس نے تیسرے پہر کا واقعہ بتایا۔ سب سے آخری گواہ علقمہ کو بلا کر پوچھا گیا۔ تو اُس نے کہا کہ عمیر نے اپنی امانت کا سونا جبکہ سورج غروب ہو چکا تھا۔ اُس وقت حضورؐ کو دیا تھا اور وُہ یہ سونا لے کر جناب سیدہ کے گھر میں چلے گئے تھے۔
حضرت علی علیہ السّلام نے تمام گواہوں کے بیانات سُن کر فرمایا۔ کہ عمیر حق تعالےٰ تیرے حالات کی اصلاح فرمائے جب تیرے تمام گواہوں کے بیان ایک دُوسرے سے نہیں ملتے۔ تو کیا تیرا دعوٰے سچا کہلایا جا سکتا ہے۔
یہ سُن کر عمیر بے حد شرمسار ہُوا۔ اور عرض کیا کہ یا علیؑ میں نے ان لوگوں کے جو ابھی میرے گواہ بن کر گذرے ہیں بہکانے پہ جھوٹا دعوٰے کیا تھا۔ کہ میں نے حضرت محمدؐ کے پاس اَسّی مثقال سونا بطورِ امانت رکھا تھا۔ اور ایسا اس لئے کیا کہ ان لوگوں نے مجھے سو مثقال سونا اس سازش کو کامیاب بنانے کے لئے دینے کا وعدہ کیا۔

تھا۔ جب وہ مشرکین اپنی سازش میں کامیاب نہ ہوئے
تو آپ نے اُن سب سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ یہ بتاؤ کہ
جو تلوار اس وقت میرے ہاتھ میں ہے۔ یہ کس کی ہے
انہوں نے جواب دیا۔ کہ حنظلہ کی ہے۔ مگر اُن میں سے
ابو سفیان نے کہا کہ چوری کی ہے۔ آپ نے اُس سے
فرمایا کہ اگر تم اپنی اس بات میں سچے ہو تو بتاؤ تمہارا
حبشی غلام مہلع کہاں ہے۔ جواب دیا۔ کہ وہ میرے کسی
کام کے لئے طائف گیا ہوا ہے۔ آپ نے پھر فرمایا۔ کہ
کیا تجھ کو اُس کے واپس آنے کی بھی اُمید ہے۔ اگر ایسا
ہے تو اُس کو بُلا کر لے آ۔ مگر وہ شرمندہ ہو کر خاموش
ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام اُن کفّار کے
دس معتبر آدمیوں کو ساتھ لے کر ایک جگہ پر پہنچے اور حکم
دیا۔ کہ اس جگہ کو کھودو۔ جب اُس مقام کو کھودا گیا تو
وہاں سے غلام مذکور کی نعش نکلی۔ آپ نے فرمایا کہ ابو
سفیان نے اس کو رشوت کا لالچ دے کر مجھے قتل کرنے
کے لئے بھیجا تھا۔ اس نے چھپ کر مجھ پر وار کرنا چاہا تھا

مگر میں نے وار سے پہلے اُس کو فی النار کر دیا تھا۔ اور یہ تلوار جو میرے ہاتھ میں ہے۔ یہ اُسی کی ہے۔ جب یہ لوگ اَپنے اس بُرے ارادے میں کامیاب نہ ہُوئے تو یہ امانت والی سازش گھڑلی۔ جب عُمیرؓ نے یہ سارا واقع سُنا تو فوراً کلمہ پڑھ کر مُسلمان ہو گیا۔

۳۳

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں ایک غلام کو پیش کیا گیا۔ جس نے اپنے آقا کو قتل کر دیا تھا۔ جب اُس سے پوچھا گیا۔ کہ واقعی تو نے اَپنے آقا کا قتل کیا ہے تو اُس نے اقرار کر لیا۔ جس پر حضرت عمرؓ نے اُس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ جب اُسے سنگسار کرنے کے لئے لے جا رہے تھے۔ تو اتفاق سے حضرت علی علیہ السّلام وہاں سے گذر رہے تھے۔ جب انہیں معلوم ہُوا۔ کہ دربارِ خلافت سے اس آدمی کو موت کی سزا ہو چکی ہے تو آپ نے ملزم سے پوچھا۔ کہ کیا تم سے خلیفہ نے آقا کے قتل کرنے کی وجہ بھی

دریافت کی تھی۔ تو اُس نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ اور عرض کیا کہ مجھے صرف اقبال جرم پر سزا دے دی گئی۔ آپ اُسے دربارِ خلافت میں لے آئے۔ اور حضرت عمرؓ سے پُوچھا کہ کیا یہ صحیح ہے آپ نے اس کو سنگسار کرنے کی سزا دی ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ ہاں یہ سزا اس کو اس لئے دی گئی۔ کہ اس نے اپنے جُرم کا اقبال کر لیا تھا۔ آپؓ نے فرمایا۔ کیا یہ بھی اس سے پُوچھا گیا تھا۔ کہ یہ قتل اس نے کیوں کیا۔ جواب دیا کہ نہیں۔ پھر آپ نے قاتل کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ تو نے اپنے آقا کو کیوں قتل کیا۔ تو اُس جواب دیا۔ کہ میرا آقا شراب کے نشے میں بدمست تھا۔ اُس نے بُری نیت سے مجھے دبوچنا چاہا۔ مگر جب میری مدافعت کرنے کے باوجود بھی وہ اپنے بُرے اِرادے سے باز نہ آیا۔ تو میں نے اپنی عزّت بچانے کے لئے اُس کو قتل کر دیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ آپ اس کو فی الحال قتل نہ کریں۔ بلکہ تین دن قید میں رکھیں۔ چوتھے دن اس کے بیان کی تصدیق کرنے کے بعد اپنا حکم صادر کریں۔ تین دن کے بعد آپ

دربارِ خلافت میں تشریف لائے اور فرمایا کہ قاتل کو لے آئیں۔ جب قاتل کو آپ کے سامنے لایا گیا۔ تو آپ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا۔ کہ مدینے کے تمام لوگوں میں منادی کرادیں۔ کہ وہ سب قبرستان میں جمع ہوں۔ اور جو کچھ وقوع پذیر ہوگا۔ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اُس سے عبرت حاصل کریں۔ پھر آپ حضرت عمرؓ کے ساتھ قاتل کو لے کر قبرستان پہنچے اور قاتل سے کہا کہ اپنے آقا کی قبر پہ چل۔ جب سب مقتول کی قبر پہ پہنچے تو آپ نے قبر کھودنے کا حکم دیا۔ جب قبر کو کھودا گیا۔ تو قبر میں سوائے کفن کے کچھ موجود نہ تھا۔ آپ نے دو مرتبہ تکبیر کہی اور فرمایا۔ کہ نہ میں نے کبھی جھوٹ بولا ہے۔ نہ اس واقعہ کی خبر دینے والے حضور رسول اکرمؐ نے غلط فرمایا۔ کہ اس فعل کا مرتکب تین دن سے زیادہ اپنی قبر میں نہیں رہنے دیا جاتا۔ بلکہ اُس کے جسم کو خطۂ لوط میں لے جا کر دفن کیا جاتا ہے۔ وہ حضرت لوطؑ کی امت میں شمار ہوتا ہے اور قیامت کے دن اُن ہی کے ساتھ محشور ہوگا۔ جو اس فعلِ بد کی وجہ سے عذاب

الہٰی میں مُبتلا ہُوئے تھے۔ اس لئے یہ جوان بے قصُور ہے۔ اس کے بیان کی تصدیق آپ نے کرلی۔ لہٰذا اب اس کو آزاد کردیں۔ جس پر فوراً عمل کیا گیا۔

۳۴

ایک شخص کو اس کی سوتیلی ماں نے اپنے چند مددگاروں کے ساتھ مل کر قتل کر دیا۔ جب اس قتل کا مقدمہ حضرت عمرؓ کے پیش ہُوا۔ تو وہ اُس سوچ میں پڑ گئے کہ اس قتل کا ذمّہ دار کس کو ٹھہرایا جائے تاکہ صحیح آدمی کو اس قتل کے بدلے میں قتل کیا جائے۔ مگر وہ اس مسئلہ کا حل نہ سوچ سکے۔ آخر میں یہ واقعہ حضرت علی علیہ السّلام کے گوش گزار کرکے اُن سے دریافت کیا۔ کیونکہ اس قتل میں اس کی ماں کے ساتھ ساتھ اُس کے چند دُوسرے مددگاروں کا ہاتھ تھا۔ اس لئے فرمائیے کہ اس گروہ میں اصل قاتل کون ہوگا۔ جس کو قتل کی سزا دی جائے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اگر چند آدمی مل کر کسی کا اونٹ چُرالیں۔ تو یہ

بتائیے ۔ کہ آپ کس کا ہاتھ کاٹیں گے ۔ انہوں نے جواب دیا کہ اُس اونٹ کے چُرانے والے سب کے سب قصوروار ہیں اور سب کو ایک جیسی سزا ملے گی ۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ یہ مُعاملہ بھی اسی نوعیت کا ہے لہٰذا سب کے سب سزا کے مستوجب ہیں ۔ چنانچہ حضرت علیہ السلام کی رائے کے مطابق قاتلوں کو سزا دی گئی ۔

۳۵

حضرت علی علیہ السلام کا زمانۂ خلافت تھا ۔ کہ تین آدمیوں کو قتل کے الزام میں گرفتار کرکے آنحضرت کے پیش کیا گیا ۔ اُن میں سے ہر ایک پر الگ الگ الزام تھے ایک نے مقتول کو پکڑے رکھا ۔ دُوسرے نے اُس کو قتل کیا اور تیسرا دور کھڑا ہو کر قتل کا یہ تماشا دیکھتا رہا ۔ تو آپ نے اس مقدمہ کا یہ فاضلانہ فیصلہ کیا ۔ کہ جو دُور سے اس قتل کا تماشا دیکھتا رہا ۔ اُس کے لئے یہ حکم دیا کہ اس کی آنکھوں میں سلائیاں پھیری جائیں اور جس نے

قتل کیا۔ اس کو اس قتل کے بدلے میں قتل کیا جائے۔ اور جو آدمی مقتول کو پکڑے ہوا تھا۔ تو اس کے لئے حکم دیا۔ کہ اس کو عمر بھر قید میں رکھا جائے۔ یہاں تک کہ وہ قید کی حالت میں مر جائے۔ اس فیصلہ سے کوئی مجرم بھی سزا سے نہ بچ سکا۔ اور وہ سب کے سب اپنے کیفرِ کردار کو پہنچ گئے۔

٣٦

تاریخوں میں یہ واقعہ مذکور ہے۔ کہ جب بصرہ پر حضرت علی علیہ السلام کا قبضہ ہو گیا۔ تو آپ نے وہاں کے بیت المال کا جائزہ لیا۔ اور آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ کہ بیت المال میں رقم کثیر جمع ہے۔ آپ نے وہ ساری رقم بیت المال سے نکلوا کر تمام مسلمانوں میں بطریق مساوی تقسیم فرمادی۔ اور اس رقم سے باقی مسلمانوں کے ہر حصہ کے برابر حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا حصہ بھی نکلا۔ آپ کے حصے کی رقم آپ کے پاس رکھی تھی۔ تو اتنے

میں ایک بزرگ آدمی جو اہلِ اسلام سے تھے وہاں آگئے
جس وقت بیت المال کی رقم تقسیم کی جا رہی تھی۔ تو یہ
آنے والے بزرگ اُس وقت موجود نہ تھے۔ آپ نے
اپنے حصہ میں آئی ہوئی رقم جو ابھی آپ کے سامنے رکھی
ہوئی تھی۔ وہ سب کی سب اُٹھا کر اس بزرگ کے حوالے
فرما دی۔ یہ انصاف پسندی اور رعایا پروری کا وُہ
قابلِ تقلید نمونہ ہے۔ جو کوئی بھی حکمران اُس وقت تک
پیش نہ کر سکا تھا۔ اور آئندہ بھی کسی سے ایسے سلوک
کی توقع رکھنا صرف مشکل نہیں۔ بلکہ ناممکن ہے۔

۳۷

ایک دفعہ لوگوں نے ایک ایسے آدمی کو غیر آباد مکان
میں ایسی حالت میں دیکھا۔ کہ اس کی آستینیں کہنیوں تک
اُلٹی ہوئی تھیں اور اس کے ہاتھ میں خون سے لت پت
چھُرا تھا۔ اور بالکل اسکے سامنے ایک نعش خاک و خون
میں غلطان پڑی ہوئی پائی۔ جو ابھی تک تڑپ رہی تھی۔

لوگوں نے اُس سے پُوچھا۔ کہ کیا تو نے ہی اس کو قتل کیا ہے۔ اُس نے اُن لوگوں کے سامنے قتل کا اقرار بھی کرلیا۔ اب لوگ اُس کو اِس قتل کے بدلے میں قتل کرنے کے لئے لے جارہے تھے۔ کہ وہاں اچانک ایک آدمی دوڑتا ہُوا آیا۔ اور لوگوں سے کہا کہ اس کو فی الحال قتل نہ کرو۔ بلکہ اِسے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کے پاس لے چلو تو وہ سب آدمی اس کو حضرت کے پاس لے آئے۔ پھر جس شخص نے لوگوں کو مشورہ دیا تھا۔ کہ اس قاتل کو حضرت کے پاس لے چلو۔ اس نے آنحضرت کے سامنے یہ اقرار کرلیا۔ کہ قاتل دراصل میں ہُوں۔ اور یہ آدمی بالکل بے قصور ہے۔ اس پر حضرت نے اُس پہلے آدمی سے دریافت کیا۔ جس نے اس سے پہلے جُرم کا اقبال کرلیا تھا۔ کہ تو اپنا واقعہ بیان کر اُس نے کہا یا حضرت میں اُس غیرآباد مکان کے قریب ہی ایک گوسفند کو ذبح کر رہا تھا۔ تو مجھے پیشاب کرنے کی ضرورت محسُوس ہُوئی اور اس غرض سے میں غیرآباد مکان میں داخل ہُوا۔ تو

میں نے دیکھا۔ کہ ایک خون میں لتھڑا ہوا آدمی تڑپ رہا ہے۔ میں اُس کو دیکھ ہی رہا تھا۔ کہ لوگ خرابہ کے اندر آ گئے۔ اور مجھ کو ایسی حالت میں دیکھا کہ میری آستینیں الٹی ہوئی تھیں اور خوں میں لتھڑا ہوا چھُرا میرے ہاتھ میں تھا۔ اس کے علاوہ یہ ثبوت بھی میرے خلاف کافی تھا۔ کہ میرے سوا اُس غیر آباد مکان میں کوئی دُوسرا آدمی بھی موجود نہ تھا۔ جب ان لوگوں نے مجھ سے اس قتل کے بارے میں پوچھا۔ اگر میں ایسی حالت اور ماحول میں اس قتل سے انکار کرتا۔ تو کسی کو میری بات پر اعتبار نہ آتا۔ اور یہ لوگ مجھ پر تشدّد کر کے میری ہڈی پسلی ایک کر دیتے۔ لہٰذا میں نے اس میں خیر دیکھی۔ کہ اس قتل کے جُرم کا اقبال ہی کر لوں۔ ورنہ میں اس مُعاملہ میں بالکل بے قصور تھا۔ آپ نے اس کا بیان سُنکر اُس دُوسرے آدمی کو جس نے بعد میں آ کر کہا کہ قاتل میں ہوں۔ لوگوں کے ساتھ اَپنے فرزند حضرت حسنؓ کے پاس بھیج دیا۔ کہ اس مقدمہ کا فیصلہ میرا بیٹا حسنؓ کرے گا۔ جب اُس کو حضرت

حسنؑ کے پاس لائے۔ تو اس قاتل کا اعترافِ جرم سُننے کے بعد لوگوں سے کہا کہ تم سب حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام کی خدمت میں واپس جا کر میری طرف سے عرض کریں۔ کہ یہ درست ہے کہ اس قاتل نے اگر ایک آدمی کو قتل کیا ہے۔ مگر اس نے اعترافِ جُرم کر کے دُوسرے آدمی کی جان بچالی ہے۔ لہٰذا میرا فیصلہ یہ ہے کہ پہلا شخص جس پر قتل کا الزام تھا بے قصور نکلا اور دوسرا جس نے اپنے جرم کا اقبال کر لیا ہے۔ ان دونوں کو رہا فرما دیا جائے اور مقتول کے قصاص کی رقم بیت المال سے اس کے وارثوں کو دی جائے۔ آپ نے جب اپنے فرزند کا فیصلہ سُنا تو لوگوں سے فرمایا۔ اس مقدمہ کا فیصلہ یہی ہو سکتا تھا۔ جو میرے بیٹے نے کیا۔ اس کے بعد ان دونوں کو رہا کر دیا۔

۳۸

جنگِ جمل کے موقعہ پر حضرت علی علیہ السّلام کا گذر ایک جگہ سے ہُوا۔ تو آپ نے دیکھا۔ ایک عورت مُردہ حالت

میں موجود ہے۔ اور اس کے ساتھ اس کا حمل سے گرا ہوا بچہ بھی مرا پڑا ہے۔ آپ نے لوگوں سے اس عورت کے مرنے کی وجہ دریافت کی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ جنگ کے خوف سے اس کا حمل گر گیا۔ اور مر گئی۔ آپ نے پھر یہ پُوچھا۔ کہ ان دونوں میں سے پہلے کون مرا ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ بچہ پہلے مرا اور اس کی ماں اس کے بعد دم توڑ گئی۔ آپ نے حکم دیا کہ اس عورت کے شوہر کو تلاش کر کے میرے پاس لایا جائے۔ جب اُس کا شوہر آپ کے سامنے حاضر ہوا۔ تو اُس مرنے والے بچے کی دیت کے تین حصّے کئے ایک حصّہ اُس کی ماں کا رکھا۔ اور دو حصّے عورت کے شوہر کو دئے۔ پھر اس بچے کی ماں کے حصّہ میں آئی ہوئی رقم کے دو حصّے کئے۔ اُس کا ایک حصّہ مرنے والی عورت کے شوہر کو دیا۔ اور دُوسرا حصّہ عورت کے رشتہ داروں کو دے دیا اور یہ ساری رقم دو ہزار پانچ سو درہم تھی۔ جو بصرہ کے بیت المال سے ادا کی گئی۔

۳۹

ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے حجرالاسود کو جو بیت اللہ کی دیوار میں لگا ہوا ہے۔ چوما اور ساتھ ہی یہ بھی کہا۔ کہ مجھے اس بات کا علم ہے کہ تو پتھر ہے اور کسی کو نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اگر میں نے یہ نہ دیکھا ہوتا کہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تم کو بوسہ دیتے تھے۔ تو میں ہرگز تمہیں نہ چومتا۔ حضرت علیؑ نے جب حضرت عمرؓ سے یہ الفاظ سُنے تو فرمایا۔ کہ یہ پتھر فائدہ بھی پہنچائے گا اور نقصان بھی۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ کس طرح وہ ایسا کرے گا۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ جب خداوندِ عالم نے حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد سے عہد لیا۔ تو اس عہد کو لکھ کر حجرالاسود کے مُنہ میں ڈالا۔ اس لئے یہی پتھر مومن کے اقرارِ توحید کی اور کافر کے انکار کی گواہی دے گا۔ جب حجاج اُس کو بوسہ دیتے وقت یہ الفاظ کہتے ہیں۔ اے خدا ہم تجھ پہ ایمان لائے۔ تیری بھیجی ہوئی کتاب

کی تصدیق کی اور تیری ذات سے اُلست کے دن جو وعدہ کیا تھا۔ اُس کو پُورا کیا۔ اس کے بعد آپ نے حضرت عمرؓ کو آئندہ ایسی بات کہنے سے روکا۔ اور ساتھ ہی کہا کہ حضرت رسولِ خدا نے کوئی بھی ایسا کام کیا نہ کسی ایسی سُنت کی بنیاد ڈالی۔ جب تک انہیں ایسا کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ کا حکم نہ پہنچا۔

۴۰

ایک مرتبہ دو شخصوں نے ایک آدمی کے خلاف گواہی دی کہ اس نے چوری کی ہے۔ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے دو گواہوں کے بیان کی بنیاد پر اُس شخص کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ کچھ دِنوں کے بعد وہ دونوں گواہ ایک اور آدمی کو پکڑ کر لائے۔ کہ پہلے آدمی پر جس کا ہاتھ کاٹا گیا تھا چوری کا الزام دھرنے میں ہمیں دھوکہ ہوا تھا۔ چوری کرنے والا مُجرم یہ ہے جس کو ہم نے اَب پیش کیا ہے۔ آپ نے حکم دیا۔ جس کے خلاف تم نے

جھوٹا الزام لگایا تھا۔ حالانکہ بقول تمہارے بے قصور تھا۔ اور تمہاری گواہی پر اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔ اس لئے تم دونوں اُس کا خون بہا نصف نصف حصوں میں اس کو ادا کرو۔ اور چونکہ تم نے پہلے جھوٹی گواہی دی تھی اسلئے اس دُوسرے آدمی کے خلاف تمہاری گواہی پر اعتبار نہیں کیا جاتا۔ اسلئے دُوسرے ملزم کو جسے بعد میں پکڑ لائے تھے۔ چھوڑ دیا۔

۴۱

حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں ایک ایسے آدمی کو پیش کیا گیا جس کے خلاف شراب پینے کا الزام تھا۔ دو آدمیوں نے اس کے خلاف گواہی دی۔ اُن میں سے ایک نے کہا۔ کہ میں نے اُس کو شراب پیتے دیکھا اور دُوسرے نے کہا۔ کہ میں نے اس کو قے کرتے ہوئے پایا۔ اِن دونوں گواہوں کے بیان میں بظاہر اختلاف تھا۔ جس کی وجہ سے وہ فیصلہ کرنے میں مذبذب ہوئے اس لئے انہوں نے اس مقدمہ کے فیصلہ کے لئے اپنے

مشیروں سے مشورہ کیا۔ تو اُن میں سے بھی کوئی تسلی بخش رائے پیش نہ کرسکا۔ بالآخر حضرت علی علیہ السلام کی طرف رجوع کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ بظاہر دونوں گواہوں کے بیان میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ درحقیقت کوئی تضاد نہیں کیونکہ ایک گواہ نے اس کو شراب پیتے دیکھا۔ اس کی گواہی تو سب کے خیال میں قابل تسلیم کی جا سکتی ہے۔ اور دُوسرے کی گواہی بھی صحیح ہے کیونکہ اس نے شراب پی تو اُسے قے آ گئی۔ دونوں صورتوں میں اُس کا شراب پینا ثابت ہے۔ اس لئے اس پر حد واجب ہے۔

۴۲

ایک دفعہ کسی حصّۂ مُلک سے شہد سے بھری ہُوئی مشکیں خراج کی صورت میں آئیں۔ یہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کی خلافت کا زمانہ تھا۔ اُن دِنوں میں حضرت امام حسن علیہ السلام کے کچھ مہمان آپ سے ملنے کے لئے کوفہ میں آئے۔ اُس وقت آپ نے ایک

درہم دیکر بازار سے روٹیاں منگوالیں۔ مگر سالن اُس وقت تیار نہ تھا۔ اس لئے حضرت امام حسن علیہ السلام نے قنبر سے کہا۔ کہ ایک مشک کھول کر کچھ شہد بھیج دو۔ تاکہ میں سالن کی بجائے روٹی کے ساتھ کھانے کے لئے اپنے مہمانوں کو شہد پیش کرسکوں۔ چنانچہ قنبر نے مشک کھول کر ایک رطل یعنی نصف پاؤ بھر شہد اُس سے نکال کر حضرت امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں بھیج دیا جب حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے وہ مشکیں مسلمانوں میں بحساب مساوی تقسیم کرنے کے لئے منگوائیں تو ایک مشک کو دیکھ کر فرمایا کہ قنبر اس مشک کے شہد میں مجھے کچھ کمی محسوس ہورہی ہے۔ قنبر نے کہا کہ آپ کا اندازہ صحیح ہے۔ اس کے بعد حضرت حسن علیہ السلام کی اُس سے کسی قدر شہد اپنے مہمانوں کے لئے منگوانے کی کیفیت حضرت ع سے بیان کی۔ جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے بے حد غصہ کیا اور حضرت امام حسن علیہ السلام کو

اس کی سزا دینے کا ارادہ فرمایا۔ جب حسنؑ نے آپ کو غصہ میں دیکھا۔ تو اپنے عمِ بزرگ حضرت جعفر طیار علیہ السلام کی قسم دی۔ کیونکہ انہیں معلوم تھا جب امیرالمومنین علیہ السلام غصہ کی حالت میں ہوتے اور اِن کو مذکورہ بالا قسم دی جاتی تھی تو آپ کا غصہ نرم پڑ جاتا تھا۔ جب آپ کا غصہ کم ہُوا تو آپ نے حضرت حسنؑ سے کہا۔ کہ تم میں یہ جرأت کیونکر پیدا ہُوئی کہ تقسیم سے پہلے مشک سے تم نے شہد منگوا لیا۔ اس پر حضرت حسنؑ نے عرض کیا کہ یا امیرالمومنینؑ کیا اس کی تقسیم میں ہمارا حق نہیں بنتا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ اس میں ضرور تمہارا حق بھی شامل تھا تو حضرت حسنؑ نے عرض کیا کہ میں نے اس نیت سے یہ شہد منگوایا تھا۔ کہ جب مجھے میرا حصہ اس شہد سے ملے گا۔ اُس سے میں اتنا شہد واپس کردونگا۔ آپ نے فرمایا کہ تمہاری نیت پر مجھے شک نہیں تھا۔ مگر میں تو یہ پوچھ رہا ہوں کہ تم کو یہ جرأت کیسے ہوئی کہ باقی مُسلمانوں سے پہلے اس کا نفع حاصل کرو۔ یہ کہہ کر قنبر کو

ایک درہم دیا۔ کہ اس کا شہد لے کر مشک میں دوبارہ ڈال دو۔ جب مشک میں آپ شہد ڈال رہے تھے۔ تو روتے بھی جاتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ اے خدا تو حسنؑ کو بخش دینا۔ کیونکہ وہ نہیں جانتا تھا۔

۴۳

ایک دفعہ اپنے زمانۂ خلافت میں حضرت عمرؓ نے کعبہ کا غلاف اتارنے کا ارادہ کیا۔ حضرت علی علیہ السلام نے اُن سے کہا۔ کہ آپ کو معلوم ہے کہ حق تعالےٰ نے قرآنِ کریم اپنے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پہ نازل فرمایا۔ اُس میں اموال کی چار قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ پہلی قسم مسلمانوں کے اموال کی ہے جو اُن کے وارثوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ دُوسری قسم مالِ غنیمت کی ہے۔ جس کو مستحقین میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ تیسری قسم مالِ خمس کی ہے۔ جس کی تقسیم کے بھی مواقع بیان کئے گئے ہیں۔ چوتھی قسم صدقات کے مالوں کی ہے۔ اس کی تقسیم

کے مقامات بھی بتائے گئے ہیں۔ کعبہ کے لباس کا مقام بھی مقرر ہے۔ تم اس بات کو خوب جانتے ہو۔ کہ حق تعالےٰ کے لئے نہ تو بھول ہے۔ اور نہ کوئی چیز اُس کی ذات سے مخفی ہے اس لئے ہمیں بھی چاہئیے۔ کہ جس چیز کو خالق کائنات اور اُس کے محبوب حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جہاں قرار دیا ہے۔ اُس کو وہاں رہنے دو۔ تاکہ اس کے لئے قیامت کے دن تم اس کے لئے جواب دہ نہ ہو۔

۴۴

حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں دو عورتیں حاضر ہوئیں اُن میں ایک ایرانی اور دُوسری عرب عورت تھی۔ جب بیت المال کی رقم کی تقسیم کا وقت آیا تو وہ دونوں عورتیں مستحقین کی جماعت میں شامل ہوگئیں ہر مستحق کے حصّے میں پچیس درہم آئے۔ چنانچہ اُن دونوں عورتوں کو بھی پچیس پچیس درہم ملے۔ جس

پر عرب عورت نہایت برہم ہوئی۔ اور عرض کیا کہ یا امیرالمومنین میری بہن ایرانی عورت کو آپ نے پچیس درہم دئے۔ اور میں ایک عرب عورت ہوں۔ مجھے بھی اس کے برابر رقم ملی۔ حالانکہ عرب عورت ہونے کی حیثیت سے میں اس پر ہر صورت میں فائق ہوں۔ لہٰذا مجھے عجمی عورت سے زیادہ رقم ملنی چاہیئے تھی۔ آپ نے اس کی بات سُن کر فرمایا۔ کہ اس مال کی تقسیم میں اسماعیلؑ کی اولاد کو اسحٰق کی اولاد پر ترجیح نہیں دی جا سکتی۔

۴۵

حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانۂ حیات کا یہ واقعہ ہے۔ کہتے ہیں کہ یمن کے لوگوں نے ایک گڑھا شکار کے لئے کھودا۔ اتفاق سے ایک شیر اُس گڑھے میں آ گرا۔ گہرا ہونے کے باعث وہ وہاں سے نہ نکل سکا صبح ہوئی تو لوگوں کو شیر کے گڑھے میں

گرنے کی خبر ہوئی - اور اسے دیکھنے کے لئے گڑھے کے گرد لوگوں کی بھیڑ لگ گئی اُس انبوہ کثیر میں ایک شخص کا پاؤں پھسلا تو اُس نے سنبھلنے کے لئے دوسرے کی ٹانگ پکڑی پھر اُس نے گرتے گرتے تیسرے آدمی کی اور اسی طرح تیسرے آدمی نے چوتھے کی ٹانگ پکڑ لی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ چاروں شخص دھڑام سے گڑھے میں جا گرے۔ جنہیں گرتے ہی شیر نے دبوچ کر پھاڑ دیا۔ اب اِن مرنے والوں کی دیت کا جھگڑا اُٹھ کھڑا ہوا۔ دوسرے گرنے والے آدمی کے وارثوں نے پہلے گرنے والے کے ورثا سے۔ تیسرے کے وارثوں نے دوسرے کے ورثا سے اور چوتھے کے وارثوں نے تیسرے گرنے والے کے وارثوں سے دیت کا مطالبہ کر دیا۔ جب کوئی بھی دینے کے لئے تیار نہ ہوا۔ تو آپس میں جنگ وجدال کی صورت پیدا ہو گئی۔ کیونکہ زمانۂ جہالت میں عرب کے لوگ ایسے معاملوں میں لڑنے مرنے کے عادی تھے

اتفاق سے اُن دنوں میں حضرت امیر علیہ السلام یمن میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے اس باہمی خون ریزی کو روکنے کے لئے شرعی طریقہ سے اس طرح فیصلہ فرمایا۔ کہ گڑھا کھودنے والوں سے خوں بہا کا چوتھا۔ تیسرا، آدھا اور ایک حصہ وصول کرلو۔ پہلے آدمی کو دیت کا چوتھا حصہ دیا جائے کیونکہ اُس نے تین آدمیوں کو مارا ہے دوسرے کو تہائی۔ تیسرے کو نصف اور چوتھے کو ایک حصہ دیدو۔ اس فیصلہ سے جھگڑا تو رُک گیا۔ مگر اُن مرنے والوں کے وارثوں نے اس فیصلہ کے متعلق حضور سرورِ کائنات فخر موجودات رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے نظرِ ثانی کی درخواست پیش کی۔ مگر آپ نے حضرت علی علیہ السّلام کے فیصلہ کو بحال رکھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امیرالمومنین کے فیصلے ہمیشہ قرآن و سنت کی روشنی میں دئے جاتے تھے۔

۴۶

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ دو لڑکے آپس میں کھیل رہے تھے اُن میں سے ایک لڑکے نے اپنی لکڑی اچھالی تو وہ دوسرے لڑکے کے مُنہ پر آپڑی۔ جس سے اُس کے چار دانت ٹوٹ گئے۔ اس لڑکے کے وارثوں نے حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام کی خدمت میں پہلے لڑکے کی شکایت فیصلہ کے لئے پیش کردی آپ نے اُن کی شکایت پر لکڑی اچھالنے والے لڑکے کو پیش کرنے کا حکم دیا۔ جب وہ حاضر ہُوا۔ تو آپ نے اُس سے دریافت فرمایا کہ لکڑی اچھالتے وقت تم نے لفظِ خبردار بلند آواز سے کہا تھا۔ اُس نے عرض کیا کہ یا امیرالمومنینؑ میں نے ضرور کہا تھا۔ آپ نے اس کے بیان کی تصدیق گواہوں کو بُلا کر کرائی تو سب نے اس لڑکے کے بیان کی تائید کردی۔ جس پر آپ نے یہ فیصلہ صادر فرمایا۔ کہ خبردار کرنے والے پر

کوئی حد نہیں لہٰذا اس الزام سے اس لڑکے کو بری فرما دیا۔

۴۷

حضرت علی علیہ السلام کے زمانۂ خلافت میں عمر ابن سلمہ اصفہان کے گورنر تھے۔ ایک مرتبہ جب وہ کوفہ میں آئے تو وہ کچھ گھی اور کچھ شہد کی مشکیں بیت المال کے لئے بھر کر اپنے ساتھ لائے۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی چھوٹی شہزادی جناب اُمّ کلثومؑ نے عمر ابن سلمہ سے کسی قدر گھی اور شہد اپنے استعمال کے لئے منگوایا۔ دوسرے دن آنحضرت نے مشکوں کا ملاحظہ فرمایا۔ تو اُن دو مشکوں کے مُنہ کھلے ہوئے پائے۔ آپ نے عمر ابن سلمہ سے ان کے متعلق دریافت فرمایا۔ تو اُس نے مشکوں کے کھولنے کا اصلی سبب حضرت کی خدمت میں عرض کر دیا۔ جب آپ کو یہ کیفیت معلوم ہو گئی۔ تو آپ نے مشکوں کی جانچ کرنے والے آدمیوں کو اُن مشکوں کی پڑتال کا

حکم دیا۔ ساتھ ہی فرمایا۔ کہ اس میں جس قدر نقصان ہُوا ہے اُس کا اندازہ پیش کیا جائے۔ انہوں نے جانچ پڑتال کے بعد آپ سے عرض کیا۔ کہ ان میں سے پانچ درہم کا نقصان ہوا ہے۔ آپ نے اپنی بیٹی سے یہ رقم فوراً منگوا کر مستحقین میں تقسیم کر دی۔ آپ کی اس کاروائی سے یہ معلوم ہوا۔ کہ جہاں تک حضرت کے عدل کا تعلق تھا اس میں اپنوں اور غیروں میں کوئی امتیاز روا نہیں رکھا جاتا تھا۔

۴۸

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ ایک شخص نے مرتے وقت دس ہزار درہم اپنے دوست کو بطور امانت اس وصیت کے ساتھ دئے۔ کہ میرے مرنے کے بعد جب کبھی تمہیں میرا لڑکا ملے تو اُس میں سے جو خود تم چاہو اُس کو دے دینا۔ جب اُس کی ملاقات اُس لڑکے سے ہُوئی تو اُس نے لڑکے کے باپ کی وصیت کا ذکر حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے کیا۔ آپ نے اُس سے پوچھا تو اُس نے

جواب دیا کہ بموجب وصیت چاہتا ہوں۔ کہ ۹ ہزار درہم خود لوں اور ایک ہزار درہم اس کے لڑکے کو دے دوں آپ نے فرمایا۔ کہ اب ایک ہزار درہم تم لے لو اور نو ہزار درہم مرنے والے کے لڑکے کو ادا کردو۔ اُس نے عرض کیا یا امیرالمومنین وصیت تو یہ تھی کہ جو میں چاہوں اُس کو دے دوں۔ پھر نو ہزار درہم میں اس کو کیوں دوں۔ آپ نے فرمایا۔ تم نے یہ چاہا کہ نو ہزار درہم خود رکھ لو۔ تو تیری چاہت اور خواہش نو ہزار درہم اپنے پاس رکھنے کی ہے اس لئے بموجب وصیت جس مقدار کی چاہت تم کو ہوئی اُس کا حق دار وہ لڑکا ہوگا۔ کیونکہ علمِ نفسیات کا یہ مسلمہ کُلیہ ہے۔ چنانچہ اُس کو حسب فرمان مولائے کائنات ۹ ہزار درہم لڑکے کو دینے پڑے۔

۴۹

بیان کیا جاتا ہے۔ کہ ایک دفعہ قبیلہ بنی کندہ کے ایک خوب رُو اور خوش لباس نوجوان کو چوری کے الزام

میں حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام کے پیش کیا گیا۔حضرت نے اُس کو دیکھ کر فرمایا۔کہ اے نوجوان تمہیں اپنی جوانی خوبصورتی اس خوش پوشی کا خیال تک نہ آیا۔کہ ذلیل کام کا مرتکب ہُوا۔اب جبکہ شریعت کا حکم اٹل ہے اور تمہارا ہاتھ اس چوری کے جُرم میں کٹ جائیگا۔تو کیا تیری صورت کو داغدار نہیں کرے گا۔اُس نے رو کر عرض کیا امیرالمومنین یہ میرا پہلا موقعہ ہے۔کہ میں نے چوری کی۔اس دفعہ میرے گناہ کو معاف فرما کر میرا ہاتھ نہ کاٹا جائے۔آپ نے سُنکر فرمایا اے جوان اللہ تعالیٰ حلیم ہے۔کسی کو بھی اس کے پہلے جُرم پر اُس کو رُسوا نہیں کرتا۔کیا تو اس بات سے انکار کرے گا کہ تونے ایک بار سے زیادہ چوریاں کی ہیں۔اس لئے تمہارا ہاتھ ضرور کاٹنا پڑے گا۔اُس نے پھر گڑ گڑا کر التجا کی کہ یا مولا میرے حال پہ نہ سہی میرے کنبہ کے اُن گیارہ افراد پہ ترس کھائیں۔جن کا میں ہی تنہا کفیل ہوں۔میرے معذور ہونے پر وہ فاقہ کشی کا شکار

ہو کر ختم ہو جائیں گے۔ آپ تھوڑی دیر کے لئے کسی سوچ میں پڑ گئے۔ اس کے بعد اُس سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ میں احکام شریعت کی بال بھر نافرمانی نہیں کر سکتا۔ اس لئے تمہارے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیتا ہوں جب حکم کی تعمیل ہو گئی اور کٹی ہوئی انگلیاں سامنے دیکھیں تو اس شخص نے اقرار کرتے ہوئے خدا کی قسم کھا کر کہا۔ کہ میں نے اس سے پہلے ننانوے چوریاں کی تھیں۔ موجودہ چوری کو ملا کر پوری سو چوریاں ہو گئیں جو آج تک میں نے کیں۔ اب تک خدائے ستار میری پردہ پوشی فرماتا رہا۔ جس کا میں ناجائز فائدہ اٹھاتا رہا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کی ذات بے شک غفور و رحیم ہے۔ وہ پہلی بار قصور کرنے پر کسی قصوروار پہ سختی نہیں کرتا۔ لوگ اس قضیہ کو دیکھ کر حضور کے دستِ مبارک کو بوسہ بھی دیتے جاتے تھے اور کہتے تھے یا علیؑ خدا آپ کا سایہ ہمارے سروں پر ہمیشہ باقی رکھے۔

۵۰

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ بصرہ کے لوگوں نے ایک لوہار کو بہت لمبا چوڑا آہنی دروازہ تیار کرنے کے لئے کہا۔ اور ساتھ ہی وہ وزن بھی بتا دیا۔ جس وزن کا وُہ دروازہ بنوانا چاہتے تھے۔ جب دروازہ بن کر تیار ہوگیا۔ تو لوہار نے کہا کہ اس کا وزن تمہارے مطلوبہ وزن کے برابر ہے۔ مگر لوگوں نے اس سے اختلاف کیا کہ یہ اتنے وزن کا نہیں جتنے وزن کا ہم نے بتایا تھا۔ اب اس کا صحیح وزن تولنے کے بغیر معلوم ہونا ناممکن تھا۔ مگر مشکل یہ پیش آئی کہ اتنے وزنی دروازے کو تولا کس طرح جائے۔ چنانچہ یہ معاملہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کے سامنے پیش کرکے فیصلہ کرنے کی التجا کی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اس دروازے کو اٹھوا کر فرات کے کنارے لے جاؤ۔ اور پانی میں کھڑی ہوئی کشتی کے اُوپر اس کو رکھ دو۔ کشتی جہاں تک پانی میں ڈوب

جائے۔ اُس حد پر نشان لگا دو۔ پھر دروازے کو کشتی سے نکال کر اس میں کھجوریں بھرنا شروع کر دو جب کشتی تمہارے لگائے ہوئے نشان تک ڈوب جائے۔ تو کشتی سے کھجوریں نکال کر انہیں تول لو۔ جتنا وزن اُن کھجوروں کا نکلے۔ وہی وزن اس آہنی دروازہ کا ہوگا۔ اور جو اختلاف تم میں پیدا ہوگیا ہے۔ اُس کا صحیح اندازہ معلوم ہو جائے گا۔

۵۱

ایک دفعہ حضرت علی علیہ السلام گھوڑے پر سوار ہونے کے لئے رکاب میں پاؤں رکھنے لگے تھے کہ ایک یہودی نے سوال پیش کر دیا۔ کہ یا علیؑ وہ کون سا عدد ہے۔ جو ایک سے دس تک کے عددوں پر پُورا تقسیم ہو سکے۔ آپ نے اُسی وقت جواب دیا۔ کہ ہفتے کے دِنوں کو سال کے دنوں کے ساتھ ضرب دے دو۔ حاصل ضرب تمہارا مطلوبہ عدد

ہو گا۔ اور گھوڑے پر سوار ہو کر چلے گئے اس قاعدہ کی پڑتال اس طرح کر سکتے ہیں۔ کہ عرب قمری سال کے ۳۶۰ دن مانتے ہیں ان کو ہفتے کے سات دنوں میں ضرب دیں تو حاصل ضرب ۲۵۲۰ ہو گا۔ بس آپ اس کو ایک سے دس کسر یعنی ۱/۱۰ تک تقسیم کر کے دیکھ لیں۔ پُورا تقسیم ہو جائے گا۔

۵۲

ایک صحابی سے روایت ہے۔ کہ ہم حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ اچانک ایک یہودی مرد نے وہاں آ کر پوچھا۔ کہ یا امیرالمومنین ہمارا رب کب سے تھا۔ ہم سب اُس کے اس سوال پہ بپھر گئے۔ اور چاہا کہ اس کو ایسے لغو سوال پہ جس میں اللہ تعالےٰ کی شان کی توہین کی گئی ہے ماریں۔ مگر مولا کائنات نے ایسا کرنے سے ہم سب کو روک دیا۔ پھر یہودی سے مخاطب ہو کر نہایت نرمی سے فرمایا۔ کہ اے یہودی بھائی میں جو کچھ

تمہارے سامنے بیان کروں۔ اُس کو اپنے دل میں محفوظ کر لے۔ میں اس کا ثبوت تیری کتاب توریت سے جو حضرت موسیٰ ابن عمران پر نازل ہوئی دوں گا۔ اور اس وقت میں جو کچھ تم سے کہوں گا۔ جس وقت تو اس کو اپنی کتاب میں پڑھے گا۔ تو وہی کچھ اُسی طرح اس میں پائے گا۔ تو نے جو یہ بات کہی کہ ہمارا رب کب سے تھا۔ کیا وہ پہلے نہیں تھا جو اَب ہو گیا۔ اُس کی ذات ہمیشہ سے تھی اور بغیر کسی رد و بدل کے تھی۔ وہ ہوتا نہیں تھا۔ بلکہ پہلے سے تھا۔ ہمیشہ سے ہے اور بعد سے بھی۔ اُس کی کوئی انتہا نہیں ہے اور اس کی طرف کوئی انتہا نہیں ہو سکتی۔ تمام نہایتیں اس تک جا کر ختم ہوتی ہیں۔ اور وہ ہی ہر نہایت کی نہایت ہے۔ آپ سے یہ سُنکر وہ مرد یہودی رونے لگا اور اقرار کیا۔ کہ یا امیرالمومنین توریت میں اسی طرح مذکور ہے۔ جس طرح آپ نے بیان فرمایا۔ بے شک آپ قرآن شریف کے علاوہ دوسری آسمانی کتابوں کے بھی سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ چنانچہ

میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی اور معبود نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے محمد مصطفٰےؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کے سچے رسول اور آپ اُس رسول کے وصیٔ برحق ہیں۔

۵۳

ایک دفعہ معاویہ امیرِ شام کے پاس ایک کپڑے پر جھگڑا کرتے ہوئے دو آدمی پہنچے۔ اُن دونوں میں سے ہر ایک اُس کپڑے پر اپنی ملکیت کا دعوٰے کر رہا تھا۔ مگر ایک یہ کہہ رہا تھا۔ کہ میں اس امر پہ گواہ پیش کر سکتا ہوں جو گواہی دیگا۔ کہ یہ کپڑا دراصل میرا ہے۔ دوسرا کہہ رہا تھا۔ کہ یہ کپڑا میں نے خرید کیا ہے۔ مگر جس سے خرید کیا ہے اُس کا نام نہیں جانتا۔ معاویہ عجب مخمصہ میں پھنس گیا۔ اور بے اختیار اُس کے مُنہ سے نکلا۔ کہ کاش اگر آج حضرت علیؓ یہاں ہوتے تو کتنا صحیح فیصلہ کرتے۔ اس کی کچہری میں ایک ایسا شخص موجود تھا۔ جس نے اُٹھ کر کہا کہ اے امیرِ شام ایک

دن حضرت علیؑ نے میری موجودگی میں بالکل ایسے ہی جھگڑے کا فیصلہ فرمایا تھا۔ اور ملکیت اس کی برقرار رکھی۔ جس نے اپنے دعوے کے ثبوت میں گواہ پیش کیا۔ یہ سُنکر معاویہ نے اُسی طرح فیصلہ کیا جس طرح حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے کیا تھا۔

۵۴

ایک شخص نے کسی کے بیٹے کو قتل کر دیا۔ اُس نے اپنے بیٹے کے قتل کا دعویٰ حضرت عمرؓ کے پیس کیا۔ انہوں نے مدعی سے کہا۔ کہ تو مجرم کو اپنے ہاتھ سے قتل کر دے۔ چنانچہ اُس نے قاتل پر تلوار کے دو وار کئے اور یقین کر لیا۔ کہ وہ مر گیا ہے۔ مگر اُس میں قدرے جان باقی تھی۔ اسکے وارث اس کو اٹھا کر گھر لے گئے اور اُس کا علاج کیا۔ جس سے وہ بچ گیا۔ جب اِس کی خبر اُس آدمی کو ہوئی۔ جس کے بیٹے کو اُس نے قتل کیا تھا۔ وہ اس کو پکڑ کر دوبارہ دربارِ خلافت میں لے آیا۔ اور

شکایت کی کہ قاتل میرے مارنے کے بعد بھی زندہ ہے۔ انہوں نے حکم دیا۔ کہ اس کو لے جاکر پھر قتل کردو۔ تاکہ یہ مر جائے۔ جب اُس شخص نے اپنے دوبارہ قتل کئے جانے کا فیصلہ سُنا۔ تو حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام سے فریاد کی۔ کہ مولا ایک دفعہ تو مجھ سے قصاص لیا جا چکا ہے۔ میری زندگی باقی تھی کہ بچ رہا۔ اب حضرت عمرؓ نے دوبارہ مجھے قتل کردینے کا حکم دیا ہے۔ آپ اُس سائل کو لے کر دربارِ خلافت میں پہنچے۔ اور حضرت عمر سے پوچھا کہ کیا آپ نے دوبارہ اس شخص کو موت کی سزا دی ہے۔ اُس نے جواب دیا۔ چونکہ قتل کئے جانے کے باوجود یہ مرا نہیں۔ لہٰذا اسے قتل کردینا چاہئے۔ آپ نے فرمایا کہ مدعی کو دربار میں بلایا جائے جب وہ حاضر ہوا۔ تو آپ نے اُس سے کہا کہ اس شخص کو تو اُس وقت قتل کر سکتا ہے۔ جب پہلے تو اس کے قتل کا قصاص دے لے۔ جس کو تو نے تلوار کے دو وار کرکے اپنی طرف سے قتل کر دیا تھا۔ اور اُس کا

نتیجہ تیری موت ہے۔ اگر یہ قصاص تو دینے کے لئے
تیار ہے تو بے شک تو اس کو قتل کر سکتا ہے۔ جب
اُس نے حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام کا فیصلہ سُنا
تو بے ساختہ بول اُٹھا کہ میں نے اپنے بیٹے کے قتل
کے قصاص کا جو دعویٰ کیا ہے۔ وہ واپس لیتا ہوں
کیونکہ اس کے مرنے سے پہلے ہی مر جاؤں گا۔ پھر
اس کو کس طرح قتل کر سکوں گا۔ اس کے بعد اس کے
بیان کو تحریر کیا گیا۔ جس سے یہ مقدمہ صحیح طریقہ سے
مولائے کائنات کے فیصلہ کے مُطابق احسن طریقہ
سے طے ہو گیا۔ اس فیصلہ کو سُنکر حضرت عمر کو بے
ساختہ کہنا پڑا۔ یا علیؑ شکر ہے۔ اس راہنمائی کا جو
وقتاً فوقتاً آپ ہماری فرماتے رہتے ہیں۔ تم اہلبیت
پر اللہ کی رحمت ہو۔ اگر آپ نہ ہوتے تو عمر ہلاک
ہو جاتا۔

۵۵

معتبر روایت سے یہ واقعہ بیان ہوا۔ کہ ایک دفعہ جبکہ عقبہ فوت

ہُوا۔ اس کے جنازے میں حضرت امیرالمومنین علیہ السلام بھی شامل ہُوئے جنازہ کے بعد حضرت نے ایک شخص کو جو وہاں موجود تھا بلا کر کہا۔ کہ آج سے تیری زوجہ تم پر حرام ہوگئی ہے۔ اب تو اس سے کوئی تعلق باقی نہ رکھنا عمر نے حضرت علیؑ کا یہ فرمان سُنکر کہا۔ کہ یا علیؑ ویسے تو آپ کا ہر فیصلہ عجیب وغریب ہوتا ہے مگر آج کا فیصلہ تو اُن تمام آپ کے فیصلوں سے بڑھ گیا ہے۔ بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک شخص کے مرنے سے دوسرے شخص کی عورت اُس پر حرام ہوجائے۔ آپ نے فرمایا بغور سُنو میں اس کی وجہ تم کو تفصیل کے ساتھ سمجھاتا ہوں۔ جس آدمی کو میں نے بلا کر یہ بات کہی ہے وہ عقبہ جو آج مرگیا۔ اس کا غلام ہے۔ اس نے ایک آزاد عورت سے شادی کی ہوئی ہے۔ اور عقبہ کے میراث سے کچھ حصّہ اس غلام کو بھی ملا ہے۔ پس جس عورت کے شوہر کا حصّہ اس کی غلامی میں آگیا۔ تو اُسی قدر حصّہ عورت کا بحیثیت غلام ہونے کے حرام ہوگیا

اب وہ عورت جب تک اس کو آزاد کر کے دوبارہ اس کے ساتھ نکاح نہ کرے تو یہ اُس کی عورت اُس پر حرام ہوگی۔

۵۶

حضرت رسول اکرم صلی اللہ وآلہ وسلم کی زندگی میں یہ فیصلہ اُن میں سے ایک ہے۔ کہ جو حضور کے زمانۂ حیات میں حضرت علیؑ نے دیئے۔ اور آنحضرت نے خود اُن کی تائید فرمائی۔ کہتے ہیں کہ اُس زمانہ میں ایک یہودی نے حضرت عمرؓ سے سوال کیا کہ آپ کے قرآن میں صرف ایک جنت کا طول و عرض آسمانوں اور زمینوں سے زیادہ لکھا ہے۔ تو یہ بتائیے کہ قیامت کے دن یہ تمام بہشت کہاں سمائیں گے۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا۔ کہ میں اس کا جواب نہیں بتا سکتا۔ اس لئے اپنے سوال کا جواب حضرت علیؑ سے پوچھو۔ یہودی وہاں سے اُٹھ کر حضرت علیؑ کے پاس آیا۔ اور اپنا وہ سوال دہرا کر جواب کا طالب

ہوا۔ آپ نے یہودی سے سوال کیا۔ کہ جب رات آتی ہے۔ تو بتاؤ دن کہاں چلا جاتا ہے۔ اور جب دن ہوتا ہے تو رات کہاں چلی جاتی ہے۔ یہود نے جواب دیا۔ یہ اللہ کے علم میں چلے جاتے ہیں۔ یہودی کا یہ جواب سُنکر آپ نے فرمایا۔ کہ وہ سات بہشت بھی اللہ کے علم میں ہوں گے۔ جب حضرت علی علیہ السلام کے جواب کی خبر حضرت رسولِ خدا کو ملی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اس واقعہ کی خبر پہلے ہی قرآن کریم میں ان الفاظ میں دے دی ہے۔ کہ اہلِ ذکر سے سوال کرو۔ اگر تم نہیں جانتے۔

۵۷

حضرت ابن عباس سے منقول ہے۔ کہ ایک مرتبہ حضور ختمی مرتبت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک اعرابی سے چار سو درہم میں ایک اونٹنی خرید فرمائی۔ جب اعرابی اپنی اونٹنی کی قیمت وصول کر چکا تو آپ نے اُس سے اونٹنی

دینے کو کہا۔ مگر وہ چلانے لگا۔ کہ یہ چار سو درہم پہلے ہی سے میرے پاس تھے۔ اور اونٹنی بھی میری ہے۔ میں اپنا مال کیوں کسی کو دوں۔ اس دوران میں حضرت ابوبکر آ گئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اس اعرابی نے اپنی اونٹنی چار سو درہم پہ میرے ہاتھ بیچ دی۔ اونٹنی کی رقم بھی مجھ سے وصول کر لی۔ اب اونٹنی دینے سے انکاری ہے اور جو رقم اس نے مجھ سے وصول کی۔ اِس کے متعلق بھی دعوے کرتا ہے۔ کہ یہ رقم بھی اس واقعہ سے پہلے میرے پاس موجود تھی۔ اس لئے اس قضیہ کا تم فیصلہ کر دو حضرت ابوبکر نے عرض کیا۔ کہ اس اعرابی کے اونٹنی بیچنے اور آپ نے جو اس کی قیمت اعرابی کو ادا فرمائی۔ اُس کا کوئی گواہ آپ کے پاس ہے۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں ہے۔ اس پر حضرت ابوبکر نے جواب دیا۔ کہ بغیر گواہ میں کس طرح اس بات کا فیصلہ کر سکتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت عمر دربارِ رسالت میں پہنچے۔ حضرت رسولِ خدا نے یہ سارا واقعہ خرید و فروخت کا شنا کر

اُس سے بھی اِس معاملہ کے فیصلہ کا مُطالبہ فرمایا۔ مگر انہوں نے بھی وہی گواہ والی بات دہرائی اور کوئی فیصلہ نہ کر پائے اُس وقت حضرت علی علیہ السّلام دربار رسالت میں داخل ہُوئے سرکار دو عالم علیہ الصلواۃ والسّلام نے اُس اعرابی سے پوچھا کہ کیا تم اس آنے والے جوان کا فیصلہ تسلیم کرو گے۔ اُس نے جواب دیا کہ یہ جو فیصلہ کریں گے مجھے منظور ہے۔ اور ساتھ ہی سارا واقعہ جو اوپر بیان ہوا حضرت علیؑ کے سامنے دہرایا۔ اونٹنی اور چار سو درہم پر بھی اپنا دعوٰے برقرار رکھا۔ اس کے علاوہ یہ کہنے کی بھی جرأت کی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس اس خرید و فروخت کا کوئی شاہد ہے تو پیش کریں۔ آپ نے اعرابی کا بیان سُن کے فرمایا۔ کہ اے اعرابی تیری بہتری اسی میں ہے۔ کہ ناقہ کی ملکیت سے دست بردار ہو جا۔ مگر اُس نے ایسا کرنے سے انکار کیا۔ حضرت علیؑ نے تین بار اُس سے کہا۔ کہ اپنی ضد سے باز آجا اور یہ اونٹنی حضورؐ کے حوالے کر دے۔ مگر اُس کا انکار بدستور قائم رہا۔ اُس وقت حضرتؑ نے تلوار نیام

سے نکالی اور ایک ہی وار میں اعرابی کا سر اڑا دیا۔ اس فیصلہ پر حضرت شیخین نے اعتراض کرتے ہوئے کہا۔ کہ جب حضور کی شریعت ہر معاملہ کے ثبوت میں گواہ کی گواہی کو ضروری سمجھتی ہے اگر اعرابی نے گواہ کا مطالبہ کیا تو اس سے کیا قصور سرزد ہوا۔ جو اس کی سزا موت پر منتج ہوئی آپ نے فرمایا۔ یہ وجہ مجھ سے نہ پوچھو۔ بلکہ جنہوں نے یہ فیصلہ کیا ہے۔ اس کی دلیل اُن سے دریافت کریں۔ جب انہوں نے اعرابی کے قتل کرنے کی وجہ حضرت علیؑ سے پوچھی تو آپ نے فرمایا۔ کہ آپ مجھے پہلے اس بات کا جواب دیں۔ کہ جس وقت آپ نے فرمایا۔ کہ اللہ ایک ہے۔ پھر فرمایا میں اس کا رسول ہوں۔ تو کیا اس بات کے لئے آپ لوگوں نے کوئی گواہ طلب کئے۔ اور اُن کی گواہی سُننے کے بعد آپ لوگ مسلمان ہو گئے۔ انہوں نے کہا کہ ہم انہیں صادق و امین سمجھ کر ان کے فرمان پہ ایمان رکھتے ہوئے مُسلمان ہو گئے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ کیا حضورؐ وہی صادق و امین نہیں رہے جو چار سو درہم کے لئے

حضور سے گواہ طلب کریں۔ اس لیئے جو بھی حضورؐ کی صداقت پر شک کرے اس کی یہی سزا ہے جو میں نے اعرابی کو دی۔ حضورؐ نے یہ سُنکر پہلے دو حضرات سے فرمایا۔ کہ علیؑ کا فیصلہ خدا کا فیصلہ ہے۔ تمہیں اس میں شک نہیں کرنا چاہیئے۔

۵۸

یہ روایت معتبر ذرائع سے بیان کی گئی ہے۔ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کا زمانۂ خلافت تھا کہ ایک شاعر جس کا نام نجاشی تھا۔ رمضان شریف کے مہینے میں شراب پی لی۔ اس کو اس جرم میں حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے اَسّی تازیانے مارنے کی سزا دی۔ جو اسی وقت اُس کو لگا دیئے گئے۔ اور قیدخانہ میں بھیج دیا گیا۔ دُوسرے دن پھر اُسے زندان سے لا کر بیس اور تازیانے مارے گئے۔ اس سزا بھگتنے کے بعد اُس شاعر نے عرض کیا۔ یا امیرالمومنینؑ شراب پینے کی سزا تو اَسّی

کوڑے ہیں۔ جو مجھے کل مارے گئے۔ آج کے تازیانے میرے کس جرم کی سزا تھے۔ آپ نے فرمایا تجھے اس لئے یہ سزا دی گئی کہ تو نے ماہِ رمضان شریف کی عظمت کا خیال نہ کرتے ہو شراب پی۔

۵۹

اصبغ بن نباتہ جو حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کی فوج کے سالار تھے۔ بیان کیا۔ کہ حضرت نے ایک فریادی کی ایسی دادرسی فرمائی۔ جو میں نے آج تک ایسا عجیب انصاف نہ دیکھا اور نہ میرے کانوں نے سُنا جس کی تفصیل اس طرح ہے۔ کہ ایک دن میں آنحضرت کے ساتھ تھا۔ کہ آپ مسجد کوفہ میں داخل ہوئے۔ وہاں دیکھا۔ کہ ایک نوجوان نالہ و فریاد کر رہا تھا۔ اس کی نگاہ جب حضرت امیرالمومنین علیہ السلام پہ پڑی۔ تو آگے بڑھ کر آپ کے قدمبوس ہوا۔ آپ نے اُس سے اس کے گریہ و بکا کا سبب پوچھا۔ تو اُس نے جواب دیا۔ کہ میں مسجد

میں اس لئے آ کر رو رہا ہوں - کہ جب آپ مسجد میں تشریف لائیں تو میں قاضی شریح کے فیصلے کے خلاف جو اُس نے میرے دائر کردہ مقدمہ پہ صادر کیا - اُس کے خلاف آپ کی خدمت میں اپیل پیش کروں - کہ میری دادرسی فرمائی جائے - حضرت نے فرمایا - کہ تیرا کیا معاملہ ہے - اس کی تفصیل بیان کر - چنانچہ اُس نے عرض کیا یا امیرالمومنینؑ میرا باپ کچھ لوگوں کے ساتھ سفر کو گیا - جب وہ لوگ سفر سے واپس آئے تو میرا باپ اُن کے ساتھ واپس نہ لوٹا - جب میں نے اُن سے اپنے باپ کے نہ آنے کی وجہ پوچھی - تو سب نے یہی جواب دیا کہ وہ سفر کے دوران فوت ہو گیا - پھر جب میں نے اُن سے اپنے باپ کے مال کے متعلق پوچھا - تو انہوں نے کہا - کہ اُس نے کوئی مال پیچھے نہیں چھوڑا - حالانکہ مجھے اس بات کا پورا علم ہے - کہ میرے باپ کے پاس کافی سے زیادہ مال تھا - میں نے ان کے انکار کے بعد اپنی حق رسی کے لئے قاضی شریح کی عدالت میں اپنا

مقدمہ دائر کر دیا۔ انہوں نے اِن لوگوں سے میرے باپ
کے مال کے متعلق پوچھا۔ تو انہوں نے قاضی کو بھی وہی
جواب دیا۔ جو اس سے پہلے مجھے دے چکے تھے
اس کے بعد قاضی شریح نے اُن کے اس بیان کی اُن
سے قسم لی جو انہوں نے کھا لی۔ اور قاضی نے انہیں
رہا کر دیا۔ مگر اُن کا یہ فیصلہ میری سمجھ میں نہ آیا۔ اس
لئے آپ کی خدمت میں اَپنے حق کے لئے اپیل پیش
کر رہا ہوں۔ کیونکہ مجھے یقین ہے۔ کہ آپ کا فیصلہ حتمی
ہوگا۔ اُس نوجوان کا بیان سُنکر فرمایا۔ کہ میں اس مقدمہ
کا آج وہ فیصلہ کروں گا۔ جو آج سے پہلے سوائے حضرت
داؤد علیہ السلام کے کسی نے نہیں کیا ہوگا۔ قنبر سے پھر
فرمایا۔ کہ چند آدمی پولیس کے میرے پاس بُلا کر لے آ۔
جب وہ آگئے تو اُن کو حکم دیا۔ کہ اس جوان سے اُن
لوگوں کا جو اس کے باپ کے ساتھ سفر پر گئے تھے پتہ
پوچھ کر اُن کو میرے پاس لے آؤ۔ جب وہ آگئے
تو آپ نے اُن پر ایک گہری نظر ڈال کر فرمایا۔ کہ کیا تمہیں

یہ گمان ہے۔ کہ میں تمہاری حرکتوں سے واقف نہیں ہوں اگر تم ایسا خیال کرتے ہو تو سمجھو کہ میں کچھ نہیں جانتا۔ پھر شرط (پولیس) والوں سے کہا۔ کہ ان کو مسجد کے ستونوں سے الگ الگ باندھ دو۔ جب اس حکم پہ عمل ہو گیا۔ تو جتنے لوگ مسجد میں جمع تھے اُن سے فرمایا کہ جب میں نعرۂ تکبیر بلند کروں۔ تو تم سب مل کر زور سے نعرہ لگا دینا۔ ساتھ ہی آپنے کاتب کو بلا کر فرمایا۔ کہ یہ ملزمان جو جو بیان دیتے جائیں۔ انہیں تحریر کرتے جاؤ اس کے بعد حکم دیا۔ اُن ملزمان سے ایک ملزم کو میرے پیش کرو۔ جب وہ آنحضرت کے سامنے لایا گیا۔ تو آپ نے اُس سے دریافت فرمایا کہ تم کس روز گھر سے باہر سفر کے لئے گئے تھے۔ اُس نے جواب دیا کہ فلاں روز۔ پھر آپ نے پوچھا کہ تم کُل کتنے آدمی تھے۔ جب سفر پہ روانہ ہے۔ تمہارے سفر کا سال۔ مہینہ اور دن کیا تھے۔ تم گھر سے دن کے وقت نکلے تھے یا رات کو۔ اس جوان کا باپ کس منزل پہ جا کر بیمار ہوا۔ اُس کی

بیماری کیا تھی ۔ وہ کتنے دن بیمار رہا ۔ اور بیماری کے دوران میں اُسے کیا دوا دیتے رہے ۔ اس کی تیمارداری کون کرتا رہا ۔ وہ کس دن مرا ۔ اس کو غسل کس نے دیا ۔ اور کفن کس نے پہنایا ۔ پھر کس نے اس کو قبر میں اتارا ۔ وہ آنحضرت کے سوالات کے جواب کچھ نہ کچھ دیتا رہا ۔ جب سوال ختم ہو گئے تو آپ نے تکبیر کہی ۔ جس پہ تمام حاضرینِ مسجد نے نعرۂ تکبیر بلند کیا ۔ جب یہ نعرہ اُن باقی ملزمان نے سُنا ۔ تو وہ شک و شبہ میں پڑ گئے ۔ بلکہ اُن میں سے بعض کو یقین ہو گیا ۔ اُن کے ساتھی نے اقبالِ جُرم کر کے اُن کے ساتھ غداری کی ہے اور صحیح حالات آنحضرت کے سامنے بیان کر دئیے ہیں ۔ سوالات مذکور بالا کے پوچھنے کے بعد آپ نے حکم دیا ۔ کہ اس کو قید خانہ میں لے جا کر بند کرو ۔ جب وہ چلا گیا ۔ تو آپ نے پولیس کے آدمیوں کو حکم دیا کہ دوسرے آدمی کو لے آؤ ۔ جب اُس کو لایا گیا ۔ تو آپ نے اُس سے فرمایا ۔ کہ کیا تم سمجھتے ہو کہ میں

حقیقت واقعہ سے جاہل ہوں۔ اگر ایسا ہو تو میں بہت غافل اور نادان ہوں۔ اب تو بتا کہ اس جوان کے باپ کی موت کیونکر واقع ہوئی۔ اُس نے جواب کہ یا امیرالمومنینؑ میں بھی اُن لوگوں سے ہوں۔ جو اس کے باپ کے ساتھ سفر پہ گئے تھے اُن میں صرف میں ہی واحد شخص تھا۔ جو اس کے باپ کے قتل پہ رضامند نہ تھا۔ بلکہ مجھے ایسا کرنے سے نفرت بھی تھی۔ گویا اُس نے یہ اقرار کر لیا۔ کہ اس جوان کے باپ کو قتل کیا گیا ہے۔ پھر باقی ملزموں نے بھی ایک دوسرے کے بعد اس جرم کا اعتراف کر لیا۔ آخر میں آپ نے پہلے آدمی کو بلا کر اس کے ساتھیوں کا اقرار نامہ جو کاتب تحریر کرتا گیا تھا۔ اُس کو دکھایا۔ اور اس نے بھی اس جوان کے باپ کے قتل کا اقبال کر لیا۔ اس کاروائی کے بعد آنحضرت نے اُس جوان کے باپ کا مال جس کے طمع میں اُسے قتل کیا گیا تھا اس کے لڑکے کو واپس کرا دیا۔ اور قتل کی دیت بھی اُن سب سے وصول کر کے مقتول کے بیٹے کو دِلوا دی۔

۶۰

حضرت علی علیہ السلام کے زمانۂ خلافت کا واقعہ ہے کہ
ایک شخص نے کسی عورت سے اُس کی اِس شرط پر نکاح کیا کہ
وہ اُس عورت کی زندگی میں کوئی اور نکاح نہیں کرے گا یا
اُس کو چھوڑ کر کہیں چلا نہیں جائے گا۔ اگر مرد نے اپنی
عورت کی اس شرط کی خلاف ورزی کی تو عورت کو حق
ہوگا کہ وہ مرد سے طلاق حاصل کر سکے گی۔ چنانچہ جب
آپ کو اس واقعہ کی اطلاع دی گئی۔ تو آپ نے اُس
مرد کو بُلا کر فرمایا۔ کہ تمہاری شرط سے اللہ کی شرط
پہلے ہے۔ جس میں اس کی ذات نے مرد کو اختیار دیا
ہے کہ پہلے بیوی کے ہوتے ہوئے وہ تین اور بیویاں
ضرورت کی غرض سے کر سکتا ہے۔ اس لئے تم اپنی عورت
سے کی ہوئی شرط کے پابند نہیں ہو سکتے اور یہ شرط
تمہاری شادی کے لئے اگر تم کرنا چاہو۔ تو مانع نہیں
ہو سکتی۔ اس میں اتنی غلطی تمہاری بھی ہے کہ تم نے

وہ حق اپنی عورت کو دے دیا ہے۔ جس کی وہ اہل نہیں تھی۔

۶۱

ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ ایک دن ابی ابن کعب نے آیہ نعمت حضور سرور عالم حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے سامنے پڑھی۔ آپ نے اُن سب آدمیوں سے جن میں ابو بکر عبیدہ۔ عمر اور عبد الرحمٰن بن عوف جو دربار رسالت میں موجود تھے آنحضرت نے دریافت فرمایا کہ وہ کونسی نعمت ہے جو اللہ تعالےٰ نے سب سے پہلے تم کو عطا کی اور اس کی وجہ سے تم کو آزمایا۔ یہ سُنکر سب اس سوچ میں پڑ گئے کہ کس نعمت کا حضور کے سامنے ذکر کریں کیا کھانے پینے کی چیزوں کا۔ لباس و پوشاک یا زیب زینت کی اشیاء کا ذکر کریں۔ مگر کچھ سوچ نہ سکے۔ اور جواب دینے میں کافی دیر ہو گئی۔ تو اتنے میں حضرت علیؑ علیہ السلام حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے

آنحضرتؐ نے جو سوال تھوڑی دیر پہلے باقی پاس بیٹھنے والوں سے کیا تھا۔ اُسے دوبارہ فرما کر پوچھا کہ یا ابوالحسن آپ ہی میرے اس سوال کا جواب دیں۔ آپ نے عرض کیا اے خدا کے محبُوب ذاتِ احدیت نے مجھے پیدا کیا۔ حالانکہ میں کوئی شے نہیں تھا۔ پھر مزید یہ احسان فرمایا۔ کہ مجھے زندگی بخشی اور مردہ نہ رکھا۔ اور نہایت ہی اَحسن خلقت کے ساتھ مجھے بہتر شکل وصورت عطا فرمائی۔ اور مجھ میں ہر بات کو سوچنے اور اس پر غور کرنے کے لئے قوتِ حافظہ بخشی۔ جس سے میں اپنے نیک وبد میں تمیز کرسکتا ہوں۔ میرے دل کو بصیرت کی نورانیت عطا کی۔ مجھے دینِ حق کی ہدایت کرم فرمائی۔ اور گمراہی سے بچا لیا۔ مجھے آزاد پیدا کیا۔ غلام نہیں بنایا۔ میرے لئے ہی آسمان و زمین اور وہ چیزیں جو ان کے درمیان موجود ہیں۔ میری قوتِ گرفت میں خلق فرمائیں۔ مجھے مرد بنایا۔ عورت نہ بنایا۔ حضرت علیؓ جو کچھ کہتے جا رہے تھے۔ حضور رسول اکرمؐ ہر ہر فقرہ پر

فرمارہے تھے ۔ یا علیؑ جو کچھ تو نے کہا ۔ بالکل سچ کہا یہ سب کچھ بیان کرنے کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ۔ اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کو شمار کرے ۔ مگر کوئی بھی ان کو شمار نہیں کر سکے گا ۔ حضرت رسولِ خدا نے بھائی اور وصی سے اللہ کی نعمتوں کی تفصیل کو سُنا تو فرمایا ۔ یا ابوالحسنؑ تم کو یہ علم و حکمت مبارک ہوں تم بے شک میرے علم کے وارث ہو اور میرے بعد میری اُمت میں اُن کے اختلافات مٹانے والے اور میری احادیث کو سُنانے والے صرف تم ہی ہو ۔

۶۲

حضرت علی علیہ السلام کے زمانۂ خلافت میں ایک ایسا بچہ لایا گیا ۔ جس کے دُو سَر اور دو سینے تھے ۔ لوگوں نے اس بچے کی میراث کے متعلق آنحضرت سے یہ پوچھا ۔ اگر اس بچے کے حق میں میراث آئے تو یہ اُس میں سے کتنے حصّوں کا مالک ہوگا ۔ آپ نے

فرمایا کہ اس کو پہلے سُلادو۔ پھر بلند آواز سے اِسے جگاؤ اگر ایک حصّہ جاگ جائے اور دوسرا محوِ خواب رہے تو میراث میں اس کے دو حصّے ہوں گے۔ اگر اس کے جسم کے دونوں حصّے بیک وقت جاگ اُٹھیں تو یہ صرف ایک حصّے کا مالک ہوگا۔

۶۳

حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام کے سامنے ایک ایسے شخص کو پیش کیا گیا۔ جس نے ایک مسلمان کو قتل کیا تھا۔ حضرت نے اس شخص سے پوچھا۔ کہ تیرے قبیلہ کے لوگ اور رشتہ دار کہاں رہتے ہیں۔ اُس نے جواب دیا۔ کہ شہر موصل میں رہتے ہیں حضرت نے جب تحقیق کرائی تو وہاں اُس کا قرابت دار معلوم نہ ہو سکا۔ پھر آپ نے موصل کے حاکم کو خط لکھا اور اس خط کے ساتھ اپنی طرف سے ایک اپنا نمائندہ بھی اس قاتل کو ہمراہ لے کر موصل کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ نے اپنے خط میں

اپنے قاصد کا نام۔ ولدیت اور حلیہ بھی تحریر فرمایا۔ اور اس کو خط میں یہ ہدایت فرمائی۔ کہ شہر موصل میں اس سے اس کے قرابت داروں کا پتہ دریافت کر کے اس کے قبیلہ کے لوگ اور دُوسرے رشتہ دار تلاش کریں۔ اور اُن کو جمع کر کے یہ دریافت کریں۔ اگر اس کے ماں اور باپ کے قرابت داروں میں سے ایسے لوگ موجُود ہوں جو بمطابق کتاب اللہ بغیر کسی مانع کے اس کی میراث لے سکتے ہوں۔ تو اس کے باپ کے قرابت داروں سے دیت کی دو تہائی رقم جو قتل کرنے کی وجہ سے اس سے واجب الادا ہے اور ماں کے قرابت داروں سے ایک تہائی اُن کی تعداد کی نسبت سے وصول کریں۔ اور ساری رقم جو انہوں نے دینی ہے ایک ہی دفعہ وصول نہ کریں۔ بلکہ سالانہ تین قسطوں میں اُن سے جمع کریں۔ اور اس کے ماں باپ کے قرابت داروں میں سے کوئی باقی نہ ہو۔ تو موصل کے اُن لوگوں سے وصول کریں جن کے پاس یہ پیدا ہوا اور جن کے پاس رہ کر

نشوونما پائی۔ مگر اُن کے علاوہ کوئی غیر اس کا حق ادا نہ کرے پس اُن سے بھی یہ دیت کی رقم تین سالانہ قسطوں میں وصول کریں۔ یعنی ہر سال ایک حصّہ کے برابر رقم اُن سے لیں اور اگر موصل شہر میں کوئی بھی ایسے آدمی نہ مل سکیں۔ تو اس کو مع میرے قاصد کے واپس بھیج دیں۔ میں اس کا ولی اور دیت ادا کرنے والا ہوں تاکہ ایک مسلمان کا خون رائیگاں نہ جائے۔

۶۴

ایک دن کا ذکر ہے۔ کہ حضرت عمر نماز پڑھانے کے لئے مسجد میں گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ مسجد کے محراب میں کوئی سو رہا ہے۔ آپ نے نوکر سے کہا۔ کہ اس کو یہاں سے اٹھا دو۔ تاکہ نماز پڑھی جائے۔ نوکر جب اُس آدمی کے قریب آیا۔ تو اُس نے دیکھا کہ کوئی آدمی زنانہ لباس میں ملبوس لیٹ رہا ہے۔ نوکر نے خیال کیا کہ کوئی انصار کی عورت ہے اور اس کے ہاتھوں میں

مہندی لگی ہوئی ہے۔ مگر جب اُس کو ہلایا۔ تو دیکھا کوئی مرد زنانہ لباس پہنے ہوئے ہے۔ اور اس کا گلا بھی کٹا ہوا ہے۔ خلیفہ نے اُسے نوکر سے اُٹھوا کر مسجد کے گوشے میں رکھوا دیا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے۔ تو حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کے پاس آکر یہ سارا واقعہ اُن کو سُنایا۔ اور پوچھا آپ اس لاش کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو دفن کرا دو۔ قدرے انتظار کرو۔ تھوڑے دِنوں کے بعد آپ وہاں ایک بچہ بھی پاؤ گے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا۔ آپ کو یہ کس طرح معلوم ہوگیا۔ جواب میں فرمایا۔ کہ میرے آقا حضرت محمد مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے اس واقعہ کی پہلے ہی سے خبر دی تھی۔ چنانچہ جب نو مہینے اس لاش والے واقعہ کو گذر گئے۔ تو حضرت عمر حسب معمول مسجد میں صبح کی نماز پڑھنے گئے تو اُن کے کانوں میں ایک بچے کے رونے کی آواز آئی۔ تو وہ بچے کی آواز سُنکر بے ساختہ بولے۔ کہ واقعی اللہ نے اپنے حبیب حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ اور ان کے چچہ کے

بیٹے کو صادق ہی بنا کر اس دنیا میں بھیجا۔ اور اُپنے نوکر سے کہا۔ کہ اس بچے کو اٹھا کر حضرت علیؑ کے پاس لے جاؤ۔ جب نوکر اُس بچے کو حضرت کی خدمت میں لایا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ اس بچہ کے لئے دایہ مقرر کردیں۔ جو اس کی پرورش کرتی رہے۔ جب بچہ نو مہینے کا ہوا۔ تو اتنے میں عید فطر کا دن آگیا۔ آپ نے عمر سے فرمایا کہ نمازِ عید کے وقت اُس دودھ پلانے والی دایہ کو مسجد میں بُلایا جائے اور وہ اُس بچے کو اُپنے ساتھ لائے۔ جس وقت کوئی عورت آکر اس بچے کو چُومے اور یہ کہے کہ اے مظلوم۔ مظلومہ ماں کے بیٹے۔ اور ظالم باپ کے فرزند تو دایہ کو حکم دیں کہ وہ اُس عورت کو پکڑ کر میرے پاس لائے چنانچہ عید کے دن ایسا ہوا۔ دایہ نے ایک عورت کو آتے دیکھا۔ جب وہ قریب آئی۔ تو آتے ہی اُس نے بچہ کو جو دایہ اُٹھائے ہوئے تھی چُوما۔ اور بالکل وہی الفاظ دہرائے جو حضرت علیؑ نے پہلے اُس سے بیان کئے تھے۔ اور دایہ کو حضرت رسولِ خدا کی قسم دے کر التجا کی کہ تھوڑی دیر

کے لئے یہ بچہ مجھے دیدے۔ دایہ نے بچہ اُس کو دیا۔
اُس نے بچے کو گود میں اٹھا لیا اور رو کر کہنے لگی۔ اے
بچے تم میرے مرنے والے بچہ کی شکل سے کتنے ملتے
ہو۔ یہ کہہ کر بچہ دایہ کو واپس دے دیا اور چلنے لگی۔
مگر دایہ نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور کہا کہ میں تمہیں جانے
نہیں دوں گی۔ مجھے حکم ملا ہے کہ میں تم کو حضرت علیؑ کے
پیش کروں۔ جب اُس عورت نے حضرت علیؑ کا نام
سُنا تو ڈر سے کانپنے لگی۔ اور نہایت منت سماجت
سے کہا۔ کہ مجھے حضرت علیؑ کے پاس نہ لے چلو۔ اگر تو
مجھے وہاں لے جاؤ گی۔ تو میری بے حد رسوائی ہو گی۔ جس
کے لئے میں قیامت تک تمہیں معاف نہیں کروں گی۔
اس لئے بہتر یہ ہے کہ تو میرے ساتھ میرے مکان
پر چل۔ میں تیری اس مہربانی کے عوض تمہیں دو یمنی
چادریں۔ نہایت عمدہ پوشاک اور تین سو درہم نقد
دوں گی۔ دایہ اِن چیزوں کے لالچ میں اس کے ساتھ
اس کے مکان کی طرف چل پڑی۔ مکان پہ پہنچ کر جس جس

چیز کا وعدہ کیا تھا۔ دایہ کے حوالہ کیا۔ اور ساتھ ہی یہ وعدہ لیا۔ کہ اگر عید قربان کے دن مجھ کو اس مکان میں آکر مجھے بچہ دکھا جاؤ گی۔ تو اسی قدر انعام اُس دن بھی دے دوں گی۔ دایہ نے کہا کہ دوبارہ بھی اُس دن جس دن کا تم نے وعدہ لیا آکر تمہیں دکھا دوں گی۔ پھر اُس کے مکان سے بچہ کو اٹھائے ہوئے باہر چلی آئی۔ جب حضرت علیؑ کی خدمت پہنچی تو آپ نے اُس سے پوچھا۔ کیا وہ عورت تم سے ملی تھی۔ دایہ نے جواب دیا۔ کہ میں نے یا حضرت کوئی عورت نہیں دیکھی۔ اُس کی یہ بات سُنکر حضرت علیؑ نے فرمایا۔ مجھے سرکارِ دوعالم نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کی قسم۔ کہ وہ تمہارے پاس آئی۔ اس نے تم سے بچے کو لیا۔ اور اس کو بوسہ دینے کے بعد روئی۔ پھر جب تو نے اس کو میرے پاس لے آنے کا کہا۔ تو وہ بہت گھبرائی۔ تجھے اپنے گھر لے گئی اور فلاں فلاں چیز تمہیں رشوت میں دی۔ اور وہ صرف اس لئے کہ تو اُس عورت کو میرے پاس نہ لے آئے

پھر تم سے آئندہ عید پر بھی اپنے گھر آنے کے لئے کہا۔ اور اُتنی ہی چیزیں جواب اُس نے تم کو دیں۔ پھر دینے کا وعدہ کیا۔ پھر یہ جھوٹ تم نے کیو بولا کہ وہ تجھے نہیں ملی حضرت علیؑ کا یہ بیان سُنکر پھر تو دایہ بہت گھبرائی اور عرض کیا کہ یا علیؑ کیا آپ غیب کی باتیں بھی جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ غیب تو صرف خدا ہی جانتا ہے۔ مگر اس واقعہ کی تمام سرگذشت پہلے سے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے فرما گئے تھے۔ اس پر دایہ بولی کہ یا علیؑ اب میں آپ سے سچ سچ بیان کرتی ہوں۔ کہ کس طرح وہ عورت مجھ سے ملی اور کیا کہا۔ تو وہ سب واقعہ اوّل سے آخر تک حضرت علیؑ سے بیان کر دیا۔ پھر بولی کہ یا حضرت میں اُس کا مکان جانتی ہوں۔ اگر آپ حکم دیں تو اب میں اُس کو حضور کے پاس لے آتی ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تمہارے جھوٹ بولنے سے بھی زیادہ بُری بات ہے۔ اب جس دن کا تم وعدہ اُس سے کر آئی ہو اُس دن تک انتظار کرو۔

پھر اس کو بے شک میرے پاس لے آنا۔ دایہ نے کہا کہ بہت اچھا حضرت میں عید قربان تک انتظار کر لیتی ہوں۔ جب وہ دن آگیا۔ تو وہ بچے کو لے کر مسجد میں پہنچی۔ عید کا دن تھا۔ مسجد میں نمازیوں کی بھیڑ لگ رہی تھی۔ کہ اتنے میں وہی عورت ظاہر ہوئی اور اُس نے بچے کو دایہ سے لیا۔ چوما۔ اور وہی الفاظ دہرائے جو اُس نے پچھلی عید پر کہے تھے اس کے بعد دایہ سے کہا کہ اب تو میرے مکان پر چل تاکہ جس انعام کا تم سے وعدہ کر چکی ہوں۔ میں گھر پہنچ کر تمہارے حوالے کر دوں۔ یہ کہہ کر چلنے لگی۔ تو دایہ نے اُس کی چادر پکڑ لی۔ اور کہا۔ کہ حضرت علیؑ کو ہماری پہلی ملاقات اور جو کچھ تیرے اور میرے درمیان باتیں ہوئی تھیں وہ سب حال انہیں معلوم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اُن کے فرمان کے مطابق اب ضرور میں تمہیں اُن کے پاس لے چلوں گی۔ دایہ کی باتیں سُنکر اُس نے ایک آہ سرد بھری اور آسمان کی طرف مُنہ کرکے بولی کہ اے فریادی

کی فریاد سننے والے اور پریشان دلوں کو سکون عطا کرنے والے میرے حال پر رحم فرما اور یہ کہہ کر دایہ کے ساتھ چل پڑی۔ جب آنحضرت کے سامنے آئی تو آپ نے فرمایا۔ کہ تو اپنا واقعہ جو تیرے ساتھ گذرا تم خود بتا تی ہو یا میں بیان کروں۔ اُس نے عرض کیا کہ یا حضرت وہ سارا واقعہ جو مجھ پر بیتا میں خود بیان کرتی ہوں۔ پھر اُس نے اپنا واقعہ اس طرح سُنانا شروع کیا۔

میں عامر بن سعد خزاجی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں رہتے ہوئے ایک جہاد میں شہید ہوگیا اور انصار میں سے تھا۔ میں اس کی لڑکی ہوں اللہ تعالے نے حُسن وجمال میں سے وافر حصّہ مجھے عطا فرمایا۔ جو آخر میں میری بربادی کا باعث ہوا۔ اور غالباً میرے والدین نے اسی نسبت سے میرا نام جمیلہ رکھا ہوگا۔ خیر یا حضرت میری ماں بھی حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں جُدائی کا داغ دے گئی اور اس طرح میں بالکل تنہا رہ گئی۔ اور کوئی میرا سرپرست نہ رہا۔ میں اپنے محلہ کی ہم عمر لڑکیوں

کے ساتھ کھیل کود کر بڑی ہو گئی۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ کھیل رہی تھی۔ کہ وہاں ایک بڑھیا ایک ہاتھ میں بڑی سی تسبیح اور دوسرے میں لاٹھی تھامے وہاں آ گئی اور مجھے دیکھتے ہی یہ پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے۔ میں نے کہا کہ مجھے جمیلہ کہتے ہیں۔ اور تمہارے باپ کا نام کیا ہے۔ میں نے جواب دیا عامر انصاری پھر بولی کیا تمہارے باپ کا سایہ تم پر نہیں ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ پھر پوچھا کہ کیا تو شادی شدہ ہے۔ میں نے شرما کر نفی میں جواب دیا۔ اس کے بعد اُس نے میرے سر پہ ہاتھ پھیرا اور بہت سی دعائیں دیں۔ اور میری بیکسی پر رو پڑی اور مجھ سے پوچھا کہ کیا تو چاہتی ہے۔ کہ کوئی عورت تیری خدمت کرے تاکہ تیرے دل سے تنہا رہنے کا دُکھ ہٹ جائے۔ میں نے کہا کہ اس سے زیادہ اچھی بات کیا ہو سکتی ہے۔ اُس نے کہا کہ میں تمہاری خدمت کے لئے تیار ہوں۔ اگر تم چاہو۔ اور اس طرح میں تم کو تمہاری ماں کا پیار دوں گی۔ میں نے کہا کہ بسم اللہ آ جائیے یہ میرا

مکان آپ ہی کا ہے۔ چنانچہ وہ اُس دن سے میرے گھر میں آگئی۔ اور اُس نے مجھ سے وضو کا پانی مانگا۔ جو میں نے اُسے لادیا۔ اُس کے بعد میں اُس کے لئے روٹی۔ تازہ دُودھ اور کچھ کھجوریں لے آئی۔ جس وقت اُس کی نظر اِن کھانے کی چیزوں پر پڑی۔ تو بے تحاشہ رونا شروع کر دیا۔ میں نے اُس سے رونے کا سبب پوچھا تو اُس نے کہا۔ کہ بیٹی میں اتنی اچھی غذا کس طرح کھا سکتی ہوں مجھے تو صرف ایک جو کی روٹی اور تھوڑا سا نمک لا دیجئے جو میری ہر روز کی غذا ہے پھر رونا شروع کر دیا۔ اور پھر کہا کہ یہ کھانا جو میں نے ابھی تمہیں بتایا ہے۔ وہ بھی اب نہیں بلکہ نماز عشا پڑھ کر کھاتی ہوں۔ یہ کہہ کر وہ نماز میں مصروف ہوگئی۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئی تو میں نے اس کی حسب خواہش خوراک لاکر اُس کے سامنے رکھی۔ پھر کہا کہ تھوڑی سی راکھ بھی لا دو۔ جو میں نے لاکر اُس کو دے دی۔ چونکہ اس کی عبادت و زُہد کی ہیبت میرے دل پر چھا چکی تھی۔ اس لئے

میں نے یہ پوچھنے کی جرأت نہ کی کہ راکھ آپ کو کس لئے درکار ہے۔ اُس نے تھوڑی سی راکھ نمک میں ملا کر روٹی کے دو چار نوالے اُس کے ساتھ کھا لئے اور پانی پی کر خدا کا شکر ادا کیا۔ پھر نماز میں اس طرح مشغول ہوئی کہ صبح نمودار ہو گئی۔ اب تو اس کی بندگی کا میرے دل پر اتنا سکہ بیٹھا۔ کہ میں نے بڑھ کر اُس کے سر کو چوم لیا۔ اور التجا کی کہ آپ میری بخشش کے لئے دُعا کریں۔ کیونکہ آپ جیسے نیک بندوں کی دُعائیں اللہ کی بارگاہ میں رد نہیں ہوتیں۔ کچھ عرصہ کے بعد اُس نے کہا۔ کہ بیٹی کسی وقت مجھے باہر بھی جانا پڑتا ہے۔ چونکہ آپ بہت خوبصورت ہیں۔ مجھے تیرا خواہ ایک لحظہ ہی کے لئے سہی تنہا رہنا پسند نہیں کرتی۔ اس لئے میں چاہتی ہوں کہ میری عدم موجودگی میں تیری کوئی رفیق ہر وقت تمہارے پاس موجود ہے۔ میری ایک لڑکی جو بالکل تمہاری عمر کی ہے۔ میری طرح بہت ہی عابد اور پرہیزگار ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ اُس کو تمہاری خدمت کے لئے لے

آؤں ۔ میں نے کہا کہ یہ بالکل مناسب ہے ۔ آپ اُس کو ضرور لے آئیں ۔ یہ کہہ کر وہ چلی گئی اور تھوڑی دیر کے بعد تنہا واپس آئی اور کہا کہ وہ اس لئے آپ کے مکان میں آنے کے لئے تیار نہیں ۔ کیونکہ تمہارے گھر میں انصار اور مہاجر لڑکیوں کی بھیڑ لگی رہتی ہے ۔ وُہ کہتی ہے ۔ کہ اس طرح میری عبادت میں فرق پڑے گا ۔ لہٰذا میں یہاں آنے سے معذور ہوں ۔ میں نے کہا کہ اگر وہ محض اس وجہ سے نہیں آتی ۔ تو میں وعدہ کرتی ہوں کہ آئندہ کوئی ایک بھی لڑکی میرے گھر میں نہیں آئے گی اور بے شک وہ تنہائی میں اپنی عبادت اطمینان سے بجا لاتی رہے ۔ اس لئے آپ جائیں اور جتنا جلدی ہو سکے اُس کو یہاں لے آئیں ۔ چنانچہ وہ چلی گئی اور تھوڑی دیر کے بعد ایک لمبے قد کی عورت برقع پہنے ہوئے میرے مکان میں داخل ہو گئی ۔ اور کمرے کے دروازے پر آ کر کھڑی ہو گئی ۔ میں نے اُسے اندر آنے کے لئے کہا ۔ تو بڑھیا بولی بیٹی یہ تمہاری شکل و

صورت دیکھ کر بے حد خوش ہو گئی ہے۔ جب یہ اپنی اس خوشی پر قابو پا لے گی تو کمرے کے اندر آ جائے گی۔ میں گھر والے باہر کے دروازے کی طرف دوڑی کہ میں اس کو بند کر لوں تا کہ کوئی مہاجر یا انصار لڑکی بے خبری میں اندر نہ آ جائے۔ اور یہ لڑکی اس کے اندر آنے کو محسوس کرے۔ میں جب واپس آئی تو آتے ہی اُس سے لپٹ گئی اور کہا بہن مُنہ سے نقاب ہٹا کر میرے ساتھ کچھ بات کرو۔ اور اس طرح میں تمہاری زیارت بھی کر سکوں جب اُس نے نقاب ہٹایا۔ تو میں نے دیکھا کہ لڑکی کی بجائے ایک لمبے قد اور گھنی ڈاڑھی والا جوان میرے سامنے موجود ہے جس کے ہاتھوں میں مہندی رچی ہوئی ہے۔ قریب تھا کہ میں خوف سے غش کھا کر گر تی ، مگر سنبھل گئی اور کہا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ کہ عورت کا روپ دھار کے میرے مکان میں آ گئے ہو۔ اب بھی خیریت اسی میں ہے کہ جدھر سے آئے تھے اُدھر چلے جاؤ۔ ورنہ تمہاری شکایت خلیفۂ وقت سے کرونگی۔ اور یہ کہہ کر میں اُس کے خوف سے پیچھے ہٹنے لگی۔ تا کہ اُس کے شر سے خود کو بچا سکوں مگر وہ میرے ارادے کو بھانپ گیا اور دوڑ کر مجھے دبوچ لیا۔ اُس نے مجھے اپنے قبضہ میں اس طرح جکڑ لیا جس طرح ایک چڑیا عقاب کے پنجے میں پھنس جاتی ہے میں اُس وقت اُس کے قبضہ سے آزاد ہوئی جبکہ میری عصمت لٹ

چکی تھی اور دوسری طرف وہ بدمستی میں پڑا ہوا تھا۔ میں نے دیکھا کہ اُس کے کمربند میں خنجر لٹک رہا تھا۔ میرے انتقام کی آگ بھڑک اُٹھی اور میں نے بغیر کسی سوچ کے اُس کی کمر سے خنجر نکال کر اُس کے گلے پر پھیر دیا۔ اور پھر اللہ کی بارگاہ میں نہایت عاجزی سے التجا کی۔ کہ اے کُل جہان کے مالک تیری ذات سے پوشیدہ نہیں کہ اس نے ناقابلِ برداشت ظلم کیا ہے۔ جس نے مجھے اس کے قتل پر آمادہ کر دیا۔ آپ تو ہی میری پردہ پوشی کرنے والا ہے۔ چنانچہ جب رات ہوئی اُس کے پردہ میں اس بدکار کی لاش مسجد کے محراب میں رکھوا دی۔ اُس کے بعد پتہ چلا کہ میں اُمید سے ہوں۔ جب نو مہینے کے بعد یہ بچہ پیدا ہوا تو پہلے میں نے یہ چاہا کہ اس کو بھی ختم کر دوں۔ مگر اس خیال سے کہ اس ننھی سی جان کا کیا قصور ہے کہ اس کے خونِ ناحق سے میں اپنے ہاتھ رنگین کروں۔ چنانچہ میں نے اس بچہ کو بھی کسی نہ کسی طرح مسجد میں رکھوا دیا اُس کے بعد جو کچھ بھی ہوا وہ بھی آپ کی ذات سے پوشیدہ نہیں حضرت عمرؓ نے جب اس عورت کی دردناک کہانی سُنی تو بے ساختہ بول اُٹھا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کے متعلق حضرت رسولؐ خدا نے یہ فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں اور حضرت علیؓ اُس کا در ہیں، آپ کی عظمت اور شان اتنی

کو دکھا دی مگر اب فرمائیے یا ابوالحسنؑ اس کا کیا فیصلہ ہو۔ آپ نے فرمایا کہ مردِ مقتول کی کوئی دیت نہیں کیونکہ اُس نے جُرم کیا ہے۔ اور عورت پر حد نہیں کہ وہ مجبُور اور بے خطا ہے۔ اُس کے بعد اُس عورت سے حضرت علیؑ نے فرمایا۔ کہ وہ اُس بُڑھیا کو لے آئے۔ اُس نے تین دن کی مہلت مانگی۔ آپ نے دایہ کو حکم دیا۔ کہ یہ بچہ اس کو دے دو۔ وہ بچے کو لیکر گھر آئی۔ تین دن تک متواتر وہ بُڑھیا کو ڈھونڈتی رہی۔ آخر ایک دن وہ مکارہ بدکارہ اُسے مل گئی۔ اور وہ اُسے گھسیٹتے ہُوئے حضرت علیؑ کے پاس لے آئی۔ آپ نے فرمایا کہ اے دشمنِ خدا کیا تو نہیں جانتی میں علیؑ ہُوں۔ اور میرے پاس حضرت رسولِ اکرمؐ کے علوم کا خزینہ موجود ہے۔ کیا تو یہ سمجھتی ہے کہ تیری باتیں مجھ سے پوشیدہ ہیں۔ اس لئے جو کچھ اب تک گذرا سچ سچ بتا دے۔ اُس نے کہا۔ کہ مولا میں اس عورت کو جانتی ہی نہیں۔ کہ یہ کون ہے اور کہاں رہتی ہے۔ اور اس کا کیا قصہ ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ کیا تو اس کے لئے قبرِ رسولؐ خدا کی قسم کھا سکتی ہے۔ اُس نے کہا ہاں کھا لوں گی۔ اور اُسی وقت قبرِ اقدس پہ ہاتھ رکھ کر قسم کھالی۔ وہ ہاتھ رکھ کر ابھی پیچھے ہٹی ہی تھی کہ اس کا مُنہ سیاہ ہوگیا۔ آپ نے فرمایا کہ آئینہ لاکر اس کو دکھا دو۔ جب اُس نے اپنا مُنہ

آئینہ میں بے حد سیاہ دیکھا۔ تو چیخنے چلانے لگی حضرت علیؑ نے دُعا مانگی کہ اے پالنے والے اگر یہ بے قصور ہے تو اس کے چہرہ کو سفید کر دے مگر اس کا چہرہ بدستور سیاہ ہی رہا اس کے بعد حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ شہر کے باہر لے جاکر اس کو سنگسار کر دو۔

۶۵

ایک مرتبہ ایک چور کو حضرت عمرؓ کے پیش کیا گیا آپ نے حکم دیا کہ اس کا ہاتھ کاٹا جائے۔ جب وہی چور دوبارہ چوری کے جُرم میں پیش ہُوا تو انہوں نے حکم دیا کہ اُسکا پاؤں کاٹا جائے۔ اسکے بعد بھی اُس نے چوری کی تو پھر اس کو خلیفۂ وقت کے پیش کیا گیا۔ انہوں نے حکم دیا۔ کہ اس کا بازو کاٹا جائے۔ مگر جب امیر علیہ السّلام کو اُسکی اطلاع ہُوئی تو آپ نے فرمایا۔ کہ ہاتھ اور پاؤں تو اسکے پہلے کاٹے جا چکے ہیں۔ اب اس کے بعد اس کا کوئی عضو قطع نہ کریں۔ بلکہ اس کو قید کی سزا دیں۔ اس لئے آپ کے فرمان کے مُطابق عمل کیا گیا۔

۶۶

حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام سے دریافت کیا گیا۔ اگر قاضی کسی کو سنگساری کی سزا دے اور اُس کے مرنے کے بعد معلوم ہو جائے کہ وہ سنگسار ہو جانے والا شخص بے گناہ تھا۔ تو اس کا ازالہ کس طرح کیا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کی دیت بیت المال

سے ادا کی جائے کیونکہ قاضی حکومت کا نمائندہ تھا۔ اسلئے اسکی دیت کی ادائیگی بھی حکومت پر واجب ہوگی۔

۶۷

حضرت علی علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ اگر دریا یا سمندر میں دو کشتیاں آپس میں ٹکرا جائیں تو جو نقصان اس سے ہوگا۔ تو وہ کس کشتی کے مالک سے وصول کیا جائیگا۔ آپ نے فرمایا کہ جو کشتی دوسری کشتی کو آکر ٹکر مارے۔ تو نقصان کی تلافی پہلے ٹکر مارنے والی کشتی کے مالک کو کرنا ہوگی۔

۶۸

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ چار آدمی شراب کے نشے میں ایک دوسرے سے لڑ پڑے یہاں تک کہ معاملہ خنجر زنی تک پہنچ گیا۔ جس سے دو آدمی مر گئے اور دو زخمی ہو گئے جب ان کا یہ مقدمہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے پیش ہوا۔ تو آپ نے زخمی ہونے والوں کو اسی اسی تازیانے مارنے کا حکم دیا۔ اور مرنے والوں کی دیت زخمی ہونے والوں سے وصول کی گئی۔ پھر فرمایا۔ اگر ان زخمیوں میں سے بعد میں کوئی مر جائے تو ان کے وارثوں پر کوئی دیت نہ ہوگی۔

۶۹

ایک دفعہ کسی شخص نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے سوال کیا۔ کہ امیر المومنینؑ میں نے ایک مری ہوئی مرغی کو دبایا تو اس سے ایک انڈا نکل پڑا۔ تو کیا اس کو کھا سکتا

ہوں آپ نے فرمایا کہ نہیں کھا سکتے۔ اس نے عرض کیا کہ اگر اس انڈے سے بچہ نکلوا لوں تو پھر کیا اس کو کھا سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں کھا سکتے ہو۔ اس نے عرض کیا کہ یا مولا وہ کس طرح کھا سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ انڈا اس لئے نہیں کھا سکتے تھے کہ انڈا مُردہ سے نکلا اور اس سے نکلا ہوا چوزہ اسلئے کھا سکتے ہو کہ زندہ مُردہ سے نکلا۔

۷۰

سوید بن غفلہ کا بیان ہے کہ ایک دن میں حضرت علیؑ کی خدمت اقدس میں جبکہ آپ خلیفۃ المسلمین تھے کوفہ میں حاضر ہوا۔ تو دیکھا کہ اسلامی مملکت کا فرمانروا ایک بوریے پر لیٹا ہوا ہے۔ اور اس بوریے کے سوا آپ کے خانہ اقدس میں اور کوئی چیز موجود نہیں تھی۔ میں نے عرض کیا یا امیرالمومنینؑ آپ مسلمانوں کے حکمران اور بیت المال کے مالک ہیں۔ آپ کے ہاں دوسری حکومتوں کے سفیر آتے ہیں۔ اور آپکے پاس اس بوریہ کے سوا کوئی چیز نہیں۔ آپنے فرمایا سوید۔ کوئی صاحب عقل ایسے گھر سے محبت نہیں رکھتا جس کو اس نے چھوڑ دینا ہو۔ میری آنکھوں کے سامنے وہ گھر ہے جس میں میں نے ہمیشہ رہنا ہے۔ اور میں اپنا تمام مال و اسباب اُس ہی گھر میں منتقل کر چکا ہوں۔ اور خود بھی وہاں جلدی جانے والا ہوں۔ سوید کہتا ہے۔ کہ میں اصلی خلیفۃ المسلمین کے رہن سہن اور اقوال زرین سن کر رو دیا۔ اور سوچا کہ اللہ کے ایسے بندوں کو زیب و زینت اور عیش و عشرت کی چاہ نہیں رہتی۔ ختم شد۔